

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

صحیفہ اعلیٰ از شوقی بنظیر یعنی الکلام من تصنیف شریف حضرت
تاج الکاملین امام الطایفہ عالیہ صاحب مولانا محمد بنظیر شاہ صاحب
قادر علی ہستی رزاقی سلمہ و اصبحت برکاتہ



بامہارت تمام خیانت آراء و الملک بیاورد و گوید چنانکہ اگر می چاہد از جانب
را حیدر رضا خان صاحب نگاہ و از جنگ بپناہ و خیانت آراء بپندارد و از خان صاحب
اول التلقہ از طرف حق

مطبع حبیبی در بیروت
در بیضا در بیروت
طبع شد

1908

پیر روشن کر سنے نام کو کام کو
 نہ ذکر و غم خبرم باغی رہے
 سرے غیر ملک و بادیت کرے

کہ دُون جانِ تازہ میں اسلام کو
 نظام دکن سے بھی راضی رہے
 جو انگلیں ہین جہ عنایت کرے

جن سالگرہ امیر اسلام بنگال عالی حضور نظام اخلاص ملک و ملت

کہاں تو اے ساقی راجِ روح
 چمکتا ہوا وہ جامِ شراب
 ہوں گو تازہ وار و نہیں کوئی غیر
 چمکاتا نہیں کیوں تو بہم مجھے
 کوئی بات سستی سے خالی نہیں
 ازل سے ہر گو بادہ نوشے شعار
 کہی تھے کم میں چڑتا نہیں
 مری نظر کے تاخیر و سنجے
 پلا جامِ خلاص بی اشتباہ
 میں گو سب سے بدیہوں خوبین
 شب و روز دین ہر اسی کام کی
 غلو سے مٹو لکھوں مدح شاہ
 نہ زکو انبوائی ساقی ارجمند
 یہ شاہ دکن بدر ہندوستان
 حرم میں مدینے میں بغداد میں
 کہیں نہ توڑے لیلین بار بار میں
 شمعِ فقیر ازلِ مسلم نہ سہر
 سلاطین کو اس سے تباری نہیں

بناساغر دل کو عین الفتوح
 کہ پیدا ہو پر ہین جوشِ شباب
 ادھر ہی کوئی جامِ مستور کھی خیر
 سچتا نہیں کیا تو مجرم مجھے
 طبیعت مگر لا ابالی نہیں
 میں بدست ہوتا نہیں زینہار
 مگر نشہ میں ٹڑتا نہیں
 ترا حوصلہ دیکھتا ہے جھجے
 فدا تم پہ میری نہ کر تو نگاہ
 دعا گوئی اقبالِ محبوب سون
 کہ اس میں جیت ہے اسلام کی
 کہ ہو فطرت افتد حبیر گواہ
 طبیعت ہی مدح کے حق پسند
 شب و روز اسلام کا پاسان
 دعا گو ہیں سب ایک ہی یاد میں
 وہ اس خوانِ نعمت کی ہین زینہار
 ہزاروں اسی در ہین بہرہ ور
 پالیسی کہیں خبر خباری نہیں

شجاعت میں نیکو فکریں شیر دل
 خداوند عالم کا یہ حق شناس
 خودی یا الحیا طمن و تو نہیں
 بزرگانِ دین سے ساز و بار
 کریم دھماخو در روشن خیال
 نظر سے بسیط اسکی سرباز میں
 لکھ کر کیا کوئی آپکا وصفِ تام
 یہ جشنِ مبارک یہ بزمِ سرور
 یہ محفلِ یہ عشرت کا سب کار و بار
 برسِ تینواں ہی جو شامل ہو
 زیادہ یونہی غمِ محبوب ہو
 گئے اسطرحِ قادریہ ذوالجلال
 لکھوں کچھ میں نصرتِ نہیں بقدر
 الہی یہ محبوبِ عالی مقام
 عطا کردہ فادار میر و وزیر
 ہر اک چشمِ بد سے بچانا سے
 شیر اسکے دل سے ہی خواہ ہو
 الہی اسے حسنِ تمکیر دے
 ہر اک غم میں اپنے ہو کا سیبا
 دام اسدا انعام باری رہے
 لے صدقِ جو بکروشانِ عمر
 لے علم عثمان و زورِ علی
 غرض ہر عمل اسکا مرغوب ہو

سخاوت میں حاتمِ صفتِ میل
 شب و روز سرگرم حمد و سپاس
 کیسا مگر اسے ت کو نہیں
 ادبِ سکی طینت میں لہجہ نیا
 جمیل و خردمند و مہیا جلال
 غرض نرو ہے اپنی انداز میں
 کہ محبوبِ خالق نے بخشا ہر نام
 برسا ہے اسلام کا حسہ نور
 ہر اوغلیسین سال کا یادگار
 یہ مطلب کہ یہ ماہِ کامل ہوا
 کہ ہر سال اگر روزِ محبوب ہو
 برسِ تین ہو ساہتہ کا ایک سال
 دعا پر کروں نظم کو مختصر
 رہے پیر و شیخِ خیر الانام
 نہ ہو دامِ اہلِ غرض میں اسیر
 جگہ انکھ میں دی زمانا سے
 رفیق اسکے سارے حق آگاہ ہو
 جو محبوب ہو جگہ وہ چیز
 رہیں اسکے فتح و طفہ ہر کام
 خلائیق میں فیض اسکا جاری
 لے عیش جاوید و عمرِ خضر
 لے گنجِ اقبال و عشقِ نبی
 مرا شاہِ عالم کا محبوب ہو



حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

یہ ساقیا مکتب حق کا جام
 کہ شانِ محمدی حسنِ نظام
 وہی جسکے نشہ میں وہ تو ہے
 مراد دلِ محبت سے معمور ہے
 اراد میں کب تک ان کو کرے
 ایسا وسیلہ بنے عشقِ پاک
 ہم کی ہوسن ہو دیر کی
 نہ طاعت کر دین کسی غیر کی
 کہ ہمارے ہیں اس رخسار کو
 کہ مٹی ہے جو اہلِ خلاص کو
 نہ مغفرت جلتا نہ گمراہ ہو
 میں ہر دم ہوید میں اللہ ہو
 کہتے رہے میں بکرو مجھ
 غرض یہ کہ مجھ کو کہہ دیجو
 امین

یہ ساقیا مکتب حق کا جام
 کہ شانِ محمدی حسنِ نظام
 وہی جسکے نشہ میں وہ تو ہے
 مراد دلِ محبت سے معمور ہے
 اراد میں کب تک ان کو کرے
 ایسا وسیلہ بنے عشقِ پاک
 ہم کی ہوسن ہو دیر کی
 نہ طاعت کر دین کسی غیر کی
 کہ ہمارے ہیں اس رخسار کو
 کہ مٹی ہے جو اہلِ خلاص کو
 نہ مغفرت جلتا نہ گمراہ ہو
 میں ہر دم ہوید میں اللہ ہو
 کہتے رہے میں بکرو مجھ
 غرض یہ کہ مجھ کو کہہ دیجو
 امین

ظہور

ہو اللہ محمدؐ ولی کریمؐ
اسی حجام کو حوض کوثر بنا
کہہ دئی عالی گل شمع قدیم
ابھی جلمگاتی ہے کچھ کچھ کرن
اندھیرا بھی جھانے کا دورو
وہ اڑنے لگیں ہر چمکا دیرین
لگائے ہوئے آنکھ پر دو برین
نظر کر رہا ہے ہر اک روزہ دا
پکارے خلافت کو رہ خیر قوم
دکھاتا ہی وہ تیغ ابرو ہلال
مست کا ہر سمت چھایا سمان
وہ بچے لگیں زبنین شہر میں
شہانے کی دمن کیا رجا لگی
اذانوں سے گونج ادا طعی سنی تمام

پلا سا قیادہ بے خوف و بیم
اسی سے کو تو راج طہر بنا
بڑھا طرف کردی مجھے منظر
شفیق میں سر بام چرخ کہن
سیردن کو جانے لگے دلیو
سنہری ہوئیں حوض کی چادرین
کھڑے ہیں وہ کو ٹھون پلیدیا بین
افق کی طرف غور سے بار بار
چڑھتے فضیون چہ اہل صوم
مبارک ہوئے طالبانِصال
یہ سنکر ہوئے شاد پیر جوان
میر نہ ہوا جلوہ گرد ہرین
سلامی کی آواز آنے لگی
ہے افطار کی ہر طرف ہوم دہام

مہرِ نوکی خاطر نہت یرنگ
 و کانوں پہ وہ لپ بچنے لگے
 مہرِ نوکی کشتی پہ ہو کر سوار
 زینے سے فناغ ہو ہو پا کبار
 مساجدِ گہر کو چلے خاص نام
 وہ بھونچے مکان پر پیغامِ کبار
 علی قدر حقیقتِ اہلِ دَوَل
 سجا خوب بہرِ قہرِ حجتِ نشان
 پیرائے میں ہر سو ہوئی یہ پیکر
 دمِ سجِ حاضر ہوں برناؤ پر
 محلِ ہیو و یواں خاص است
 اسی میں وہ بطنِ عالی مقام
 منادی سے جو قوتِ دمی یہ نام
 یہاں ہوتے بیک تراک مقام
 وہاں رہتے ہیں سارِ اہلِ وفا

بچائے راسخِ طلس فلک
 ستارے بھی دواک نکلنے لگے
 اترنے لگی شامِ قلمِ کے پا
 اٹھانے لگا چرخ بھی جانماز
 رہے نوئے جبکہ کیا وہ سلام
 وہ کھاپی کے فناغ ہوئے روزہ
 سجانے لگے اپنے اپنے محل
 بنا کتبہ حیرتِ رشکِ چنان
 رہو اپنے سامان سے ہوشیار
 حضورِ شہنشاہِ مہر
 وہاں میرِ فطرت کا ہر بندوبست
 کر لگا سویرے سے دربارِ عام
 خوشیکا پڑا شہر میں غلغلہ
 کہ جبکا دیارِ محبت ہے نام
 ہنیں جاتا کوئی نام پر یا

مقامِ طرب قلئہ و شہر بھی
عجب سر زمین رشک باغ ام
اسی ملکِ خوبی کا یکتا امیر
وہ محبوبِ اہل جمال و جلال
وہ سرکردہ اہل صدق و یقین
وہ مدوحِ اربا فضیل و کمال
تشنق کی مشق و سکو بہ صبح و شام
جہان مل گیا کوئی عاشق فراج
اسی کی تواضع اسی سے کلام
وہ اقبال و دولت کا روشن چراغ
وہ عالی گھر مالکِ تخت و تاج
وہ دایم کو باب الفرج کو قریب
اُسے راہ دیتے ہیں اہل صلاح
یہاں سے روانہ ہوں پچھلے پھر
یہ شکر ہوا حرفِ دل بنیظیر

وہاں کا ہی دارالخلافہ و ہی
کہ کھاتی ہے نہبت اسی کی قسم
کہ ہے عشق بازی میں ہر منظر
وہ مطلوبِ اہل کمال و جمال
وہ سرمایہ فخرِ اصحابِ زین
ہر اک علم و فن میں عظیم الشان
شبِ روز مہر و محبت سے کام
تو سمجھا اُسے فرقِ صحبت کا تاج
اسی کی ملاقات و خدمت مدام
جسے صرصرِ غم و غم سے فراغ
یہاں سیر کرنے کو آیا تھا آج
فروش ہی وہ خسرو خوش نصیب
کہ عید آگئی ہے۔ اسی میں فلاح
سحر ہوتے ہی تا پہنچ جائیں گھر
کہ دیکھن گے ہم بزمِ مہرِ منیر

خدا جانے کیا اس میں اسرار ہے کہ پھلے دو گلے سہو رہا ہے

حضور

پلائے کہ صدقت فی کل حین
چھکاوے کہ بیشک ہر توائو وجہ
ہنیں مستی عشق بارائے حسین
بسر ہو گئی لوشب انتظار
نجوم فلک جھلکانے لگے
تو یہ آگنی صبح ریش نفس
وہ ٹھنڈی ہوا اور تارونکی چھان
وہ شہنائیں سوہنی کی رہن نصرت
کنچے کس لہو دل نہ ہر تان پر
شریلی صدا ہوش کہو فرنگی
بھری آہوئے شب نے بھی چوڑی
عیان ہو گیا فرق بحر و براب
وہ بوٹوں میں کلیان چھلکے لگین

آلم۔ انت نور مسین
کتاب قدیم ولا ریت فیہ
حلت ظلوما وانی امین
تجلی حمت ہوئی آشکار
چراغ سحر ٹھانے لگے
ہٹے خوابگا ہوں اہل ہوس
نزول صفا کا وہ پیارا سامان
شعنائی سے وہ شادیا نیکیا زیب
کہ لے کر رہی ہر اثر جان پر
ستاروں کو جشت سی ہونے لگی
ہرن ہو گیا نشہ خواب بھی
روانی دکھانے لگی موج آب
وہ شاخون پہ چربان چھلکے لگین

وہ شبنم نے چھر کا چمن پر گلاب
 نسیم سحر گل کھلائے لگی
 حسین ماتہ منجھ اٹھا، وہ بونے لگے
 چلے ہندو اشرمان کو سو گنگ
 وہ پو پھٹکے واصل پڑنے لگی
 پڑی تھی جو پتر مردہ طفل نبات
 ضیا آسمان اترنے لگی
 اٹھا ہر طرف شور مرغِ حشر
 وہ اللہ اکبر کی آئی صدا
 وہ سب اولِ وقت پڑے ہر نماز
 وہ مینا بھاری وہ کا کا تو
 عدا دل گلستان میں گانے لگے
 ہوئی آسمان پر وہ سرخی نمود
 شمعِ عین دکھانے لگیں وہ جھلک
 شفق میں بسنتی کرنِ ضوِ فشان

نہ بجائے تاکوئی سرگرم خواب
 فضاے چمن رنگ لائے لگی
 صفائی کے سامان پہننے لگے
 وہ پہنچے کلیسا میں اہل رنگ
 صفادہ سبدم اور بڑھنے لگی
 ہوا شیرِ صبح او نکو آبِ حیات
 نظرِ دور تک کام کرنے لگی
 پڑی چو نفتارِ صبح پز
 بہاؤ ہو کے مسجد چلے پارِ سا
 ہوئے محوِ تر تیلِ باسور و سا
 ہوئے آکے شاخون پہ نغمہ سرا
 طیورِ رحِ دل بُھانے لگے
 بنا کاں شجرِ چرخِ کمبود
 ہوئی زعفرانی بساطِ فلک
 گلے ل رہی ہے بہارِ خزان

وہ زردی ذری اور گہری ہوئی
 مٹلا ہوا گنبد ہر شجر
 چپکنے لگی چشم برناؤ سپر
 سوئے بزم شاہنشہ داوگر
 ادا کر کے رسم رکوع و سجود
 ہوا حرف زن شاہ نسخ لقا
 سنا انکو وہ ماجرا عجیب
 اٹھا حکم پاتے ہی وہ نیکنام
 الا یتھا القوم یہ شاہ دین
 ہوا ہے خدا جا نے کیا تجربا
 جو عاشق ہوں جن و کمال اسکے
 کسی کو بھی دیکھا نہ جب بے ریا
 مگر خود نمائی نے یہ عرص کی
 جو آئینہ ہو خو بصورت بنے
 مگر بے ریا ہو وہ مرد غیور

پھاڑو کچی چوٹی سنخری ہوئی
 برسے لگا ہر طرف آب زر
 وہ چمکا میر تخت مہر منیر
 روانہ ہوئے لوگ باگرو سر
 پڑا سب نے اس شاہ دین پرورد
 کہ اے صدر دیوانہ ار القضا
 کہ تا آزمانیں یہ اپنا نصیب
 مخاطب ہوا سو ہر خاص و عام
 بہت دن رہتا ہے غلت گین
 سمجھتا ہے کل وہر کو بیوف
 وہ بندے میں تنہا کسی بات کے
 تو اپنا جمال آپ دیکھا کیا
 ضروری ہے صورت کو آئینہ بھی
 تماشہ گہرہ حسن صنعت بنے
 صفا چاہئے آئینے کو ضرور

طبیعت میں محبوبیت کی ہو
اُسے کھینچیں گولا کھیل نیاز
غرض ہونہ او سکود دنیا سے
اسی واسطے کر کے اتنا سفر
نہ رہ جائے تا غدر کچھ درمیان
وہ رکھا ہے جو بارِ مہر و وفا
یہ ہے حکم جا کر اٹھا اُسے
تخل جسے ہو گا اس بنا کا
غرض باری باری ہر اک پہلوان
تھکے زور کر کے وہ سب نامدا
جو اُن پہلوانوں کا دیکھا یہ حال
بلا کر یہ امتثال سے پھر کہا
کہ حکمِ ازل ہے یہ کسکے لئے
یہ کی عرض اُس نے کہ عالم ہیں آپ
جو اس وقت چاہا کیا بے ریا

کہ تاشکل اُسے نظر ہو ہو
مردہ نہ چھوڑے رہ ورسمِ ناز
لے دو نون عالم میں وہ ایک سے
ہو شاہ اس شہر میں جلوہ گر
نکالی ہے یہ صورتِ استخوان
نہ معلوم اس میں امانت ہی کیا
اٹھا کر مرے پاس لا اُسے
بنے گا وہی آئینہ یار کا
اٹھانے لگا جا کے بارِ گران
نہ اٹھا کسی سے مگر زینہار
ہو شاہِ دین کو نہایت ملال
ابھی جا کے دفتر میں تو دیکھا
کسی حق نے یہ جو ہر اُس دن دے
دو عالم ہیں محکوم۔ حاکم ہیں آپ
جواب چاہئے کیجے بربلا

ہے جملہ بد و نیک پر خستیار
 بفرمودہ شاہِ عالی مقام
 دیارِ محبت میں ہے اک جوان
 نہ اسد نہ عاشقِ منیطیر
 مقامِ طرب کا ہے وہ بادشاہ
 سناتے کہ وہ خند و خوش غل
 ہو حکمِ آخر کوئی نو جوان
 نہ یہ تو یک طلبِ زود تر
 پہنچ کر ہر نگ بھارِ چین
 تری دید کا مھر شتاق ہے
 نہ ہے تیری قسمت جو اے منیطیر
 یہ سنکر اٹھا وہ بجاِ شباب
 لگا اہل دنیا و عذابانہ بین
 کہا متفق ہو کے سب نے حضور
 دیا حکم شہ نے کہ جبا و ابھی

کہ ہیں آپ شانِ خداوندگار
 ابھی دیکھ کر آ رہا ہے غلام
 ضیا بخش چشمِ دولِ مستبدان
 ازل سے محبت کا تیری سیر
 اٹھائے گا اسکو وہی رشکِ ماہ
 سوئے کعبہ خیر آیا ہے گل
 اسی دم روانہ ہو باغ و شان
 ہو اگر مروتِ مثلِ برقِ نظر
 کہا خوش ہو اے منیطیرِ زمیں
 جو ہر بات میں فخرِ آفاق ہے
 تو ہواستان بوسِ مہرِ منیر
 یہ چاہا کہ ساتھی بھی ہوں ہر گلاب
 ہر اک کام میں حیلہ پرداز بین
 مقامِ طرب کو ہے جانا ضرور
 مرے سامنے اب نہ آؤ کبھی

مگر اس میں ہیں چند ہزار خاں
اُنہیں کی طرف کر کے آخر خطا

کہ رکھتے تھے ہر وقت وہ غنیمت
ہو احرف زن یوں بچہ پم پاسب

سیکسی

اری سیکسی تو کھان جانیگی
تری ہر ادا مجھ کو مرغوب ہے
نثار غم و حسرت بیا رہوں
ترے ساتھ سے منہ نہ موڑ لوں گیں
نہ چھوڑی کسی دم رفاقت مری
جو دن آئے اچھو تو جاتی ہر تو
نہ دل سے بھلا تو مری چاہ کو
حضورِ مین او سکی جو دم لوں گائیں
مری آبرو تو مری جان ہے
نہ آتا تھا جو وہ سکھایا مجھے
دلانی سوئے صبرِ رغبت مجھے
نہ سر کی کوئی لُحظ تو پاس سے

مجھے چھوڑ کر سخت پختا سائے گی
کہ تو باعثِ وصلِ محبوب ہے
اُنہیں باتوں کا میں خرید رہوں
تو چھوڑ بھی لیکن نہ چھوڑ دوں گائیں
ہمیشہ رہی پیشِ خدمت مری
رقیبوں کے جھانسنے میں آتی ہر تو
اری منہ دکھانا ہے اللہ کو
تجھی کو وہاں نذر بس دوں گائیں
مرا فخر ہے تو مری شان ہے
سبق عاجزی کا پڑمایا مجھے
کیا ناز بردارِ حسرت مجھے
ملایا گلے غربت و یاس سے

رہی آج تک مجھ پہ تو مہربان مرا ساتھ دے جاو سی چاہے	مجھے چھوڑ کر جا نیگی اب کہاں ملاو دن ابھی تجھ کو اللہ سے
---	---

درد و دل

یہ کیسی کمی دیکھ اور دردِ دل کبھی اس طرف تھا کبھی اس طرف مرے دل پہ ہر نقشِ بہت تری کرونگا تجھے پیش سرکار میں	ذرا اور چلو سے ہو متصل بتا تو یہ ادھکرا چلا کس طرف بڑی خدمتیں کین ہیں تو مری مرے ساتھ چل تو بھی دربار میں
---	--

سوزِ مخان

ذرا اور سوزِ مخان دل جلا نکالی یہ تو نے کہاں کی طرح نہ چھوڑو نگا تجھ کو کسی طویر آج	یہ کیا سہ و مہری ہر کھ تو بھلا تجھے دل میں رکھا ہر جان کی طرح دل زار کو تو بھلا اور آج
---	--

مصیبت

مصیبت ذری دیر تو صبر کر جو منزل پہ آیا تو جاتی ہے تو گریبان ہے تیرا مرے ماتہ تاج	رہی مدتوں تو مری ہمسفر ذری دیر کو دم چراتی ہے تو ذری چل کہیں تک مرا ساتھ آج
--	---

بناؤنگا تجھ کو میں اپنا لباس ہے جانا غمِ ایک سدا ہے کجاں

غمِ حجب

یہ سب درکنار ای غمِ حجب آ
تو مجھ کو گرامی تر از جانِ رنا
کہ تو ان میں سے ایک ہے پیشوا
کہ تیرے ہی دم سے یہ سامانِ رنا

سامان

ہر اول ہے نالہ علمدار آ
فغان کو جس میں نہ آرزو گور آ

سیاس

دل و جان ہے اس کے ہر رون سپر
و یا اور جو دے سب احسان ہے
وہ ہر کون غم جس میں لبت نہیں
لہ الحمد اسی سازِ سامان سے
نظر آئی اک بزمِ آراستہ
ادب و سکا دربانِ محافظِ جلال
وہ ان فطرۃ اللہ صد کبیر
وہ ان کترین چاکر اقبال و جاہ
کہ جسے کہو یہ کیا بقیا۔ اس
کہ میں او سکا نہ وہ سلفِ آراستہ
میں خوش ہوں ہی میں شکیں نہیں
کسی در پہ جاتا ہوں میں شایان
بزرگِ عرب و سامانِ نوخاستہ
اڑے جس سے کہ ایک مرغِ خیال
تکبرِ کرمِ عدل و قدرتِ وزیر
ہر اک امر کا منتظم غمِ شاہ

بصد غم و تکلیف بہرِ سختِ ناز
 پس از حمد و تسبیح و تقدیس و شکر
 گر خاکِ پرِ بسترِ منطیر
 بہ آہستگی حسنِ انداز سے
 شکاکِ ملاطفتِ قدسِ اکبر
 شکستہ یا بہتِ عقل کا لعل
 لگایا گلے پہ نیرِ پیار سے
 کہا اُس سے اے میہمانِ عزیز
 ہوا اگر مئی راہ سے کیا یہ حال
 وہ بو لاکہ شاید یہی ہو سبب
 ہوا مضطربِ بحرِ عالی و قفا
 قسم دیکے پوچھا وہ بسترِ را
 مجھے جب سے اس لاگ کا خیال
 اسی سے خیالی محبت رہی
 مگر دل سے کہتا تھا میں بار بار

وہ بیٹھا ہے شاہِ شہبے نیا
 ہوا باوہ شوق سے غرقِ شکر
 اٹھا خود اٹھائے کوہِ سیر
 بٹھایا او سے گود میں ناز سے
 کہ سکتے سے فارغ ہو وہ گلزار
 نہ تدبیر کا کچھ اثر جب ہوا
 غشی سیٹ گئی بوئی و لدا سے
 مرے یوسفِ مصر و جانِ عزیز
 ہوئی خود بخود جو طبیعتِ ٹہال
 یہ بتلائے کیوں کیا ہے طلب
 کہ شاید نہیں قابلِ اعتبار
 تو کہنے لگا وہ سراپا نیاز
 میں دیکھا کیا خواب میں یہ حال
 زمانے کی صورت کے نفرت ہی
 تو اس شکلِ وہی پہ کیوں ہر شاعر

تصورِ ہر یہ کوئی صورت نہیں
 پسند آگئی ہر جو شکل ایک بار
 شکین خوب سمجھ کے عقل و تہنیر
 یہ درپردہ اپنا اثر کر گیا
 زبان پر فغان تھی نہ فیراد تھی
 عجب و سکی قدرت عجب اسکی شان
 نہ کیوں لوٹ جاؤں نا بصور
 مقدر نے یہ دن دکھایا مجھے
 میں بخود تھا لائے مجھ پر شہین
 کروں کس زبان سوا دیاں
 میں ناچیر ہوں ایک دنے بشر
 بہر حال اے شاہ گردن فرا
 کہ جو کچھ کہنیے کر اوین گے آپ
 کہا مجھ سے ایک بارِ گران
 یہ سنکر اوٹھا چوم کر دستِ شاہ

نہ اتنا کسنی ہر نہ دیکھی کہین
 وہی رہتی ہر واسمہ سر و دو چار
 مگر عشق صادق ہر کچھ اور حیر
 مے شوق سے جامِ دل پھر گیا
 مگر آرزو تھی کہ جلا دیتی
 کہ ہوں آج اسی شکل کامیہاں
 کہ اک و سہم کا ہو یہ کامل ظہور
 کہ آج آپ نے خود بلایا مجھو
 جگہ دی مجھ پر اپنی آغوش میں
 کہ بندے پہ یہ رحمت بیقیاس
 مگر تکیہ حضرت کے افضال سے
 جو کہے گردن اب بصدق نیاز
 مجھے اُسکے قابل بنا لینگے آپ
 وہ رکھا ہے جا کر اٹھ لایاں
 ہوئی دست بوسی ظفر پر گواہ

پہنچ کر قریب اس کے وہ کامرا
 کہا یا الہی قوتی القدر
 خدایا تیری باہمت تو ہر کیا
 کر کم اور ہر دست میرا رشت
 میں کیا مانگوں دیتا ہی تو طلب
 تجھے مانگوں تو یہ نہیں منہ مرا
 اِذَا دَاعَ وَاعِیْ فَاَنْتَ الْقَرِیْبُ
 ہو کچھ کام کیا مجھے ناکام
 میری تاب کیا جو اٹھاؤں یہ بار
 تو چاہے تو کل جزو ہو جزو کل
 غرض میں نے اب خود کو سو بیاہجر
 محمدؐ سا ہسم کو دیا دستگیر
 یہ کہہ کر اٹھا یا وہ بارِ گران
 سرِ دوش رکھ کر اسی بیٹھ گیا
 اُسے کھول کر شاوگرد و چشم

مخاطب ہوا سوئے ربِ جان
 تو ان بخش ہر ناتوان حقیر
 نہ جانا کسی نے بھی تیری سوا
 تو مجھے زیادہ ہی مجھ پر شفیق
 نہ مانگوں جو کچھ تو ہے ترکِ لب
 نہ طاقت کہ ہو کر رہوں میں ترا
 وَمَنْ جَاءَ بِالْصِّدْقِ اِنَّكَ حُبِّتَ
 یہ اُمید ہی تیرے اکرام سے
 مگر تو ہے قادرِ حُسنِ داؤد کا
 اسے لچلون ہاتھ پر شکل گل
 تو جانے ترا کام کیا غم مجھے
 وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر
 ہوا غل کہ اُجست ای نوجوان
 ہوا جا کے پاؤں میں میر
 یہ بولا کہ دیکھ لے سین ہی کیا رقم

نوشتہ ہر ایمین جو نمازین
 پڑھالیکے اوسکو بصدقہ
 اٹھائے یہ بارگراں جو کوئی
 کہا اُسے اسین بنین کچھ پہنچ
 کیا مہر نئے جوان جہی
 ابد تک تجھے اے سرا مال

اُسی عہد نامہ کا تو ہے این
 لکھا تھا کہ اے عاشق رویار
 محبت نہ رکھ کسی غیر کی
 خوشی سے ہر پہ شرمناک ہو
 تھی اس بار میں بس امانت ہی
 مبارک ہو یہ دولت لازوال

عید گاہ

کہان ہر تو اے ساتی میفرش
 مے وصل جانان دی بھر کے جام
 زمانے میں تائے گساری رہے
 چڑھادین کرن چلبلائی لگی
 لگی راست ہوشماون کی صف
 کسند شعاعی پکڑ کر شتاب
 چلے بنیظیر اور محسن
 مسلمان بھی شہر کے خاموش

وہ مے دیر نہ غم کار ہر کچھ پہنچ
 کہ خالی ہوتا شیشہ رنگ نام
 ترے مست کا دور جاری رہے
 کڑی دہوپ تیزی دکھائی لگی
 اقامت کی ٹھری غرض ہر طرف
 سربام وہ چڑھ گیا آفتاب
 ہوا ساتھ اون کے گروہ کبیر
 فراہم ہوے عید گاہ میں تمام

ہوئی راست صف وہ اقامت ہوئی	دو گانے سے بھی کو فراغت ہوئی
دعا پڑھ چکے ساری پیرو جان	پکارا سب سرج و خلب خوان

خطب

لک اٹھ نہ دیا حتیٰ یا ذوالجلال	ظہیر تنائنت فی کل حال
تو موجود ہر شے میں پھر کچھ نہیں	کسی جا نہیں اور پھر سب کہیں
صفت میں نہ پہنان نہ تو ذات	مگر حاصل نطق ہر بات میں
بزرگ شیش جھٹ مگر ہر طرف	ہی تیری ہی جو یان نظر ہر طرف
تو ستار و غفار و فردوس و سلیم	تو معبود و برحق غفور الرحیم
غریبوں کا آنت میں فیادرس	دمِ یاسِ مظلوم کا وادرس
جسے چاہے تو اسکو چاہیں بھی	اگر تو بنا ہے نہ باہیں بھی
تراشکر اسے صانع باکمال	کہ انسان کو نجس یا حن و جمال
دیا ایک ہی تختہ کو یہ اثر	زمین پر شجر ہو شجر میں شمر
بھرے دو نون عالم بد و نیک	کہ پہچان ہو ایک کی ایک سے
یہ الوان و اوضاع کا اختلاف	دکھاتا ہے آئینہ قدرت کا صفا
شب و روز بچہ نامہ و مہر کا	تری عین حکمت کا ہر نقص

جداگانہ اشکال کی ہستین
 نئی روح چھونکی ہر اک چمنین
 محبت سے روشن کیا جان
 بہائم کو پابند سیرت کیا
 ترقی کا ہم کو دیا اختیار
 ہر اک مصلحت میں ہر نفع عظیم
 پھر اسپر بھی کین تو فو وہ جنتین
 ہدایت کی خاطر سو خاص عام
 ہر اک قوم کو ایک رہبر دیا
 وہ جلوہ نہ کیوں پھیلے ہر سین
 وہ محمود و حمید رسول کریم
 وہ شمع دو عالم وہ نور ہدی
 رہ راست انہوں نے دکھائی
 ہوئی آبِ رحمت ششادِ خلق
 بتایا جہان کو محمد کا نام

تری صنیع کامل کی بہنِ صفتین
 رہیں تاکہ محصورِ تیسرین
 کیا اشرف المخلوق انسان کو
 بشر کو دیا فطرتی حوصلہ
 رہے رحمت اسی خداوندِ گار
 فَلَا رَيْبَ اَنْتَ الْغَفُورُ الْحَكِيمُ
 جنہیں دیکھتے ہو گئیں بدین
 روانہ کئے انبیائے کرام
 محمدؐ سامہ کو ہمیر دیا
 خدا جانتا کون کس بھیر میں
 وہ عینِ محبت وہ عینِ النعم
 وہ مقصودِ کون و مکانِ مصطفیٰ
 برائی بھلائی بتائی بہن
 کہ تھی تشنہ کامی سے بتیا خلق
 کیا آکے خود دہر کا انتظام

تمدن کی شکلین کہا میں بہن
 مٹا کر وہ اگلے رسومِ نفاق
 وہ فخرِ عرب فتحِ اعراب
 وہ ختمِ الرسل شاہِ امتی لقب
 وہ عالمی نب سیدِ الانبیا
 جلیل اس قدر وہ کہ رُفِ سوا
 وہ امت کے عاشقِ فیتقِ طیق
 یتیموں کے غمخوار بکس کے یار
 امیر و مساکین کے سچے ظہیر
 وہ فرمانِ وہ ملکِ عز و جلال
 انھیں کے رفیق اور وجہ سکون
 وہ پیارے کے پیارے و جانِ
 دو عالم کے سلطانِ چار و نیر
 گیا دور یہ بھی تو اے امام
 نہ تھے کوئی ذاتِ نبی سے جدا

ترقی کی راہیں بتا میں بہن
 دکھائی بہن صورتِ اتفاق
 اولوالعزم و ذی جاہ و عالیِ نعم
 وہ سرمایہ نمازِ ملکِ عرب
 وہ تاجِ سیادتِ حبیبِ خدا
 جمیل ایسے محبوب پروردگار
 وہ ہر قوم و ملت کے مصلحِ شفیق
 مریضوں کے راندون کے تیمار و
 خدا کے وہ پیارے بشیر و نذیر
 عظیم النضر و عظیم المثل
 وہ قمرِ نبوت کے چار و ستون
 خلافت کی زینتِ امامتِ کوز
 وہ نفسِ نبی اور ہر دمِ شیر
 دل و جانِ زہرا علیہا السلام
 وہ محبوبِ حق تھے یہ نورِ خدا

جو انانِ حُبّت کے سروار وہ
 ہوئے اُنینِ فی الجملہ بارہ امام
 وہی نور ہوتا ہوا منتقل
 نبی کے وہ پیار خدا کے حبیب
 امامت کو گلشنِ کو تازہ نہال
 وہ درِ بڑے کے کعبہ سے تو قیام
 وہ خالِ اہلِ باطن کی آنکھوں کا نور
 جمالِ انکی صورت پہ ہر دمِ شاد
 علی کے وہ نختِ جگر نورِ عین
 کرین پھر نہ کیوں وہ دو عالم کو
 کسی پر اگر اک نظر ڈال دین
 کہانِ اب کوئی ایسا روشن باغ
 محمد کے پیارے وہ جانِ تنویر
 وہاں بادشاہوں کا ہو کیا گزر
 وہ شانِ علائے کیا مہم مین

خدا کی خدائی کے مختار وہ
 رہا ایک کلا دور بالائے ستم
 ہوا شاہِ جیلانِ پھصل
 وہ جس تریبِ اس سے رحمتِ یب
 پھلا پھولا رکھے اُنچینِ جمال
 ہر فرقِ انکی خالِ وارِ کسیرین
 کہ چکے تصور سے کوری ہو دور
 جلالِ انکی سیرت کا خدِ تنگزار
 حبیبِ بنِ یادگارِ حسین
 کہ ہوتے ہیں ایسی ہی شیریں کشمیر
 تو خدمتِ گزاری کو اقبالِ دین
 کہ روشن کیجئے لاکھوں گھر کے صلیح
 زمانے کے سرتاجِ آلِ رسول
 کہ جس جا ملائک کو جلتے ہیں پر
 سائے نہ جو عقلِ سینِ ہم مین

وہ جنت وہ بیہوش پروردگار
 میرے شاہِ عالم کا اقبال و جا
 انہیں کار ہے نام جا سخن
 یہی فیض جاری ہواں کلام
 اٹھے سکے خطبہ صغیر و کبیر
 ہر یک شخص پھر عید ملنے لگا
 وزی دیر کے بعد وہ خوش سیر
 سیر شام پھر شہر سے بے نظیر
 وہ دریا جہان خمیہ زن تھا وہ شا
 وہ جلسہ وہ مطربہ ساتی بہین
 وہ ٹکیہ و شامیانہ وہ فرش
 وہ ہاتھی وہ گھوڑے وہ جم غفیر
 کہ ہر سب کا سب یہ رسالہ لکھا
 کہ اتنے میں اک شخص آباد
 یہاں سرگئے جب سو عید گاہ

یتیموں کے والی غریبوں کے یار
 ترقی تہو و مہم و مہم یا الہ
 انہیں کی محبت کی ہو سب کو دین
 علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام
 ملے فیض اور محبت سیر
 ہم شانہ شانے سے چھلنے لگا
 روانہ ہوئے سب کے لیے گھر
 گیا سوئے خرگاہ مہر منیر
 یہ دیکھا کہ پھرتی ہیں موجیں تبا
 ہوا پر پرندے وہ باقی بہین
 وہ کرسی طلائی وہ تابندہ عرش
 وہ شاگرد پیشہ اسیر و وزیر
 زمین کہا گئی آسمان کہا گیا
 دعا دی رہی جنت و دولت جوا
 تو یہ کھ کھ کھ تھے سران سپا

وہاں سے پلٹ کر نہ ٹھہریں گے اب
 اور ہرے جو لوٹے اور ہر چل دیے
 مگر ساتھ مجھ کو نہیں لے گئے
 کہ اے شوق آئے اگر نہیں ملے
 اسی شہر میں کر تو اپنا قیام
 تجھے خوب جہاں مالین گزہم
 بہت میں پوچھا یہ اس نیک نام
 سنایا تو وہ بے نظیر حسین
 مگر جب فرمان مہر نہیں
 کہا اور لوگوں سے بہتر ہر آب
 وہاں ہر جو میر سعادت دیر
 بہتہ دید سنکر یہ فرمان شاہ
 وہاں جا کے پہنچا می جب خبر
 رفیق اور احباب اور اہل شہر
 رہا کچھ دنوں تو یہی کاروبار

جہازوں پہ ہوا بار اسباب
 نہ معلوم پھر وہ کدہر چل دیے
 یہ فرمان پہلے ہی سے دھر گئے
 تو کہنا یہ ہر حکم مہر نہیں
 یہیں رہے گا پیام و سلام
 تو پھر پاس اپنے بلالین گئے ہم
 بتایا نہ کچھ بھی شان و مقام
 ہوا ہجر سے سخت اندوگہن
 مع شوق اسی جا رہا جاگیر
 روانہ ہو سوئے مقام طرب
 دل و جان ہوا اسکے فرمان پذیر
 چلے جانب قلعہ و حنیہ خواہ
 عزیز و اقارب چلے دوڑ کر
 گئے زود تر زود سلطان و ہر
 کہ آتے رہے روز اہل دیار

مگر دید کو جب ترسنے لگے
بہ کثرت ہوئے جو مسافر مقیم
سخن سنج عشرت ہوا ہر پیش
کچھ ایسی نبی ہر کہ خاموش ہے

وہیں لوگ جا جا کے بسنے لگے
وہاں بس گیا ایک شہر عظیم
ہر سکتے کے عالم میں پر غلط
تجربے سے وہ خود فراموش ہے

خواب

پلا ساقیا جامِ حُسنِ نیاز
وہ مئے دے کہ نازا سکا انجام ہو
برنگِ خمِ شوق بھر دے مجھے
وہ پھوٹی کر کن صوبہ بکھر لگی
تجلی ہوئی گرمِ رواستدر
چرانے لگے اپنی آنکھیں نجوم
شعاعوں کا جھڑٹ سہ موج آب
ہوا عارضِ ماہ پر تو فگن
منہ کا سا ہر مزے کی ہر رات
کہ بیمار ہر بے تطہیر حنین

کہ عشقِ مشعبد ہے نیزنگ ساز
ترا نام ہوا اور مر اکام ہو
غرض یہ کہ اپنا سا کر دی مجھے
یہ لو چاندنی کھیت کرنے لگی
کہ اڑنے لگے آسمان پر شر
ستاروں کا ہونے لگا کم ہجوم
دکھانے لگا برق کا اضطراب
رو پھلا ہوا صحنِ چرخ کہن
پہ درپیش ہر اک نئی واردات
تنفس کے باعث اہل کے تیرن

مرض کر سببِ یہ حالت خراب
 قیامت کا ہی رنج مان بایک کو
 اسی کشمکش میں گئی نصف شب
 غشی ہی میں کیا دیکھتا ہر وہ ماہ
 وہ گلزار بے خازن بہت شست
 بلا کا وہ آراستہ پر فضا
 بیان اسکا آؤ زبان تک اگر
 کہیں لالہ و گل کہیں یاہن
 نشاط آفرین شو پر بل کہیں
 جو ناکام جائے اوہر سے نکل
 قدم بوس اشجار بادِ حبار
 گلاب اور کیوڑے کلہرین روان
 ملا دودھ میں مشک و عنبر کہیں
 وہ چاروں طرف چادرِ آبشار
 جائے مہی برگِ سوہن تمام

اطبائے بھی دیدیا ہی جواب
 کہ مڑوہ سمجھتے ہیں وہ آپ کو
 تو لو اب ہوا اور تازہ غضب
 کہ اک باغِ رنگین ہی پیشِ نگاہ
 زمین اسکی رشکِ زمین بہت
 کہ زنجیرِ پاموچ بادِ صبا
 اسی دم بپِ خشکِ عاشق ہوں تر
 طربِ خیر ہر سو بھارِ چمن
 مسرتِ فراخندہ گل کہیں
 ابھی آئینِ شاخِ تمنا میں چل
 طراوت لبِ برگِ گل پر تار
 روش پر کچھالی ہوئی زعفران
 اسی سی سی سنی ہوئی گلزمین
 وہ فواروں کی چاندنی میں بہا
 با سنبل تر سے گلشن تمام

وہ کلیون کا ہرست جوشِ منو
 وہ ہر شاخِ سرست صہبا عیش
 چار و صنوبر جب سایہ دار
 کہیں سرو و شمشاد سایہ فلک
 اگر دیکھ لے اسکا سبز کہیں
 کھیلے میں وہ ماندون میں گلہاتر
 جو اہر کے گلے لب آب جو
 کہیں ارغوان سر کہیں موتیا
 کہیں مست کن کاسنی کی شمیم
 لب گل کے وہ تہقے ہر طرف
 وہ خوش رنگ پھل زینتِ شاخا
 وہ چرخہ ایسے لطافت فریب
 بنفشہ ریاحین سیوتی گلاب
 ہر اک رنگ کے پھول پھول ہوئے
 کہیں وانہ رز چلتے ہوئے

تبسم و غنچہ آرزو
 کھلین جسکے دیکھے سر گلہا عیش
 کہ ہر شاخ پر جسکے طوبے نثار
 کہیں جلوہ آرائیِ نسترن
 ابھی سبز ہو شاخ گاؤ زمین
 نظارے سے جن کے ہوتا رہ نظر
 قرینے سے رکھی ہو مٹی سو بٹو
 کھلے پھول ہر رنگ کو جایا
 کہیں عطر سا کاروانِ نسیم
 غافل کے وہ چہچہے ہر طرف
 ہن روشن کنول یا جواہر نگار
 گہ گوشِ گلِ حُسن کی جنِ زیب
 ہزارا چینی گل آفتاب
 حادث کو یک نخت پہلے ہوئے
 ثریا سے خوشے لٹکتے ہوئے

نئی وضع کے بھی بہت پھول پھل
 بحرِ احض میں وہ سفید انگبین
 زمینِ عنبر و مشک و کافور کی
 مکانات ہر سو مستعارِ نسیم
 روان ایک دریا ہے پائین بلغم
 جد ہر رو میں بہتی ہے وہ سلسیل
 ٹہلتا ہے اوسپر وہی سمیر
 اوہ یہ بھی ہے اک روش پر روا
 بلاتا ہے اسکو وہ شاؤِ زمیں
 نقس سے طاقت نہیں دیکھو
 یہ دیکھا تو حسم اسکو اتنا ہوا
 پکڑ کر میر دست بولا کہ ہاں
 اسی دم شفا ہوگی اسے نصیب
 معاشے وہ اسیمِ عالی پڑھا
 ہوئی گفتگو کی جو طاقت اسے

خزان کے مہوبات پر خلل
 کہ جو رشکِ تنہم و مایہ متعین
 لیے شاخِ گلِ شعلین نور کی
 دل اہلِ ہمت کی صورتِ سیم
 کہ دیکھے سے جکے ہوتا زہ و داغ
 ہر قلم سے محکم ادھر کی فصیل
 وہی تاجِ محبوبیت فرق پر
 لگے شدتِ دردِ سلب پہ جان
 یہاں ضعف سے کانپتا ہے بدن
 مگر دیکھتا ہے چشمِ پُر آب
 خود آیا ادھر کراتا ہوا
 ان الفاظ کو جلد کہہ میری جان
 کہ یہ اسمِ اعظم ہے میرے عجیب
 اثر بھی نہ اُس عارضے کا رہا
 کیا مود و صد غبايت اسے

کہا ہے کہ مشتاق ہوں کچھ سنا
 یہ سن کر دل سے لگایا ہے
 گریہ بھی قدموں پہ اختیار
 اٹھا کر سر اسکا کہا احسین
 ہمارے وطن میں جو آئے گا تو
 یہ کہہ چلا ہی تھا وہ رشک گل
 نہ وہ گل وہاں ہے نہ وہ گلستان
 مگر وہ پرزاد خاموش ہے
 جدائی میں گزرا جو بچ و ملال
 ہوئی درد و غم سے جو حالت تباہ
 مہین کوئی ڈھونڈ بھی تو پاؤں کہاں
 تمہیں کس طرح ہا میں پاؤں گا
 دکھاؤ گے پھر رو انور تو کیا
 یہ سچ ہے مری کیون خبر لو گے تم
 نہ معلوم تم چلے کس طرف

پڑ ہے اسنے اشعارِ نو بر ملا
 محبت میں اپنی چھنایا اُسے
 کرے تاول و جان و ایمان بنا
 ٹھہرتے بہنیں ایک جا ہم کہیں
 مراد وصل کا پھر اٹھائے گا تو
 کیا ایک گئی آنکھ صد کے کھل
 نہ اُس عارضی کا کہیں کوپہ نشان
 تصور سے اُسکی ہم آغوش ہے
 قلق جی کو ہر دل پہ صد کہ کمال
 یہ کہہ کہہ کر روتا ہے وہ رشک ماہ
 کہ ظاہر بہنیں کچھ بھی نام و نشان
 اسی غم میں اک روز مر جاؤں گا
 مرے بعد اے لحد پر تو کیا
 نہ جیبت تک کہ پا مال کر لو گے تم
 مگر ان جو آنا کبھی اس طرف

مری بیکسی یاد کرنا صرف رو
 جہان ہو سلامت رہو بامرد
 ہزاروں تھین ہم سر لمبا بین گے
 جہان جمع ہوں سکیڑوں بلبل
 چلو خیر تم خوش رہو آچکے
 گیا جو اسی غم میں جی سے گزر
 ہر اک طرح کا رنج و تیا خدا
 مرض ہی تھا سخت سے بہر محو
 کوئی جی سے جائے کہ برادر ہو
 تھین عیش و عشرت حضرت کھان
 جو ہوتا میں شایان عشق و غمور
 میں گو بدترین زمانہ ہوں یا
 جو ہوتا مرا اختیار یہ کام
 جو اپنے کئے کی نہیں تملو لاج
 جو کہ رہے گی دل پر گزر جائیگی

مری قبر پر پاؤں دہرنا ضرور
 خدا تم کو رکھے دو عالم میں شاد
 مگر کوئی تمنا نہ ہم پائیں گے
 وہاں کون کرتا ہی بیکسی کو یاد
 سزا دل لگانے کی ہم پاچو
 مرے حال کی کون دیکھا خبر
 مگر تم نہ ہوتے نظر سے جدا
 زیارت تو ہوتی مقر مجھے
 مگر تم تو اغیار میں شاد ہو
 کسی کی خبر لویہ مہلت کہان
 مجھے پاس اپنے بلا تے ضرور
 مگر اس میں کیا ہے مرا اختیار
 بناتا میں اپنے کو خسران نام
 تو ہوتا ہر حضرت یہ بندہ بھی آج
 نہ تم تک مگر اب حسب جایگی

یہ مانا تمھیں اپنی پروا کسب
یہ کہہ کہہ کے روتا رہا وہ فخر
تو دیکھا وہی رہن صبر و ہوش
یہ فرما رہا ہے کہ اس بے نظیر
دم صبح تو لکھ کے نامہ شتاب
جزا کے نہیں یہ کسی کی مجال
یہ فرما کے وہ شاہِ عالمی وقار
کھلی آنکھ پھر تو وہی ورتھا
اُسی بقیارسی میں اُٹھ کر شتاب
بتایا پتہ اسکو سب بیش و کم

ہمارا بھی اللہ مالک ہے اب
مگر آگئی نیند کچھلے پھر
کہ یوسف بھی مین جک حلقہ گروش
میں ہون وقتہ القدس میں جاگئے
اُسی شوق کو دیکھ لائے جواب
کہ اس سمت آنے کا لاد خیال
نگاہوں سے اوجھل ہوا ایک بار
بدن گرم لب پر دم سرد تھا
جگا کر کہا شوق سے حالِ خواب
کیا حالِ دل خط میں پھریں رقم

نامہ بے نظیر

میرِ جان و دل کو چمنِ حصول
تم اب تک نہ آئے بھارا آگئی
صبا فریڑا مرے رخ کارنگ
کہان تک یہ شب کچھ تمھیں خیر ہے

امیدوں کے غنچے مرا دون کے پھول
کلی حسرتِ دل کی مڑھ جاگئی
ہی دل کی دل ہی میں ہی
مرے بعد پھر سیر ہی سیر ہے

جو بلبل نہو گل کو پوچھے گا کون
 تمھاری تمنا تمھارا خیال
 کہاں تک کرے کوئی ضبطِ فنا
 دکھائے کہاں لفتِ اثر دیکھئے
 صبا سے یہ کرتا ہوں گا ہر کلام
 گریبان کیا دستِ وحشت چاک
 جو غنچہ گلستانِ مین و لکیر ہے
 کبھی چاک و امان بربکِ سحر
 نسیمِ سحر تو ہی ٹھنچا دمان
 یہ وحشت کسی سحرِ ملائگی کب
 تمھاری محبت تمھارا فراق
 گھڑی بھر مجھے چین دیتا نہیں
 یہی حال اگر ہو تو ہم جی چکے
 مین اس پر بھی ہر طرحِ مجبور ہوں
 دلِ مضطرب کو سنبھالو تمھیں

جو بلبل نہو جان پھر دے گا کون
 دل و جان کو دیتا ہی کیا کیا ملال
 کہاں تک رہے دل میں جستنِ نال
 تمھیں کب ہو میری خبر دیکھئے
 کہ پہنچا دے تا گوشِ گل یہ پیام
 اڑاتا ہوں اب تک گلستاں کی خاک
 مرے غنچہ دل کی تصویر ہے
 کبھی یہ کھارو کے با چشمِ تر
 مرا رشکِ گل خندہ زنِ جہان
 گریبان درِ رنگِ لائگی کب
 تمھاری ملاقات کا اشتیاق
 قرار ایک دم قلبِ لیتا نہیں
 لبِ زخمِ دل چارہ گری چکے
 کہیں آنے جانے سے معذور ہوں
 کوئی شکل و صل اب کا کوئی

مین کیا چیز ہوں میری لغت کیا
 جو اپنا کہا ہے شکایت نہو
 تمہارا ہی جلوہ ہے کونین مین
 کہان ہو تم اے میرے محبت
 رخ پاک اپنا دکھاؤ مجھے
 کبھی بلبلوں سے یہ ہے گفتگو
 گلون کی حکایت سنانا اُسے
 جو اے سبزہ آئے مراد لربا
 جو اے خار آئے مراد شک جہ
 کبھی ہے یہ سوسن میرا کلام
 یہ کہنا کہ اے باغ ول کے بنا
 تری دید کا کوئی مشتاق ہے
 کبھی ہر زبان پر مرے یہ سخن
 لب برگ گل تو ہی کچھ بولنا
 تو سبیل ذرا سہلانا ضرور

تمہاری طرف سے ہوساری فنا
 محبت سے مجھ کو ندامت نہو
 تمہارے ہی دم سے بین چین مین
 کہان ہو تم اے دلبر بے نظیر
 کہیں یہ نہو پھر نہ پاؤ مجھے
 چمن مین جو آئے مراد لالہ رو
 مراد باغ حسرت دکھانا اُسے
 تو کہنا کہ اسدرجہ پامال تھا
 مری لاغری تو دکھانا ضرور
 کہ اس گل سے تو عرض کرنا سلا
 تر آسن و دونا ہو لیل و نہار
 اُسے تیری دُوری بہت شاق
 جو گلشن کو آئے وہ غنچہ دہن
 صبا تو ہی عقدے مر کو کہنا
 پریشان خیالی دکھانا ضرور

ریخ ارغوان ہو کہ رنگِ بجا
 مین سینچا کیا اشک سے باغ کو
 پیارات دن مین برنگِ جنا
 چمن مین جو دیکھا گلِ نسرین
 جو قمری کی فریاد ہے کو بہ کو
 غرض ہو تھیں تم گلستان مین آج
 ملو تم تو مجھ سے زمانہ ملے
 تم آؤ جو اے شاہِ عالی مقام
 کہ تم کشورِ حسن کے ہو امیر
 چلا شوق جو نامہ لیکر اُدھر
 نشانِ قدم دیکھنا بہا تھا
 سفر اور اُس پر بھیہ تازہ ستم
 مگر وہ اُسی دُھن مین بڑھتا گیا
 گیا تھا اُدھر شوق جس راہ سے
 گمراہِ شست و شست مین وہ پاک آ

مرے اشکِ خونین کچھ ہین یادگار
 تر و تازہ رکھا ہر اک داغ کو
 ہوں سرسبزِ خون ہے دل میرا
 تو یاد آگیا بھول سا وہ بدن
 تمھاری ہی اسکو بھی حیرت جو
 لیا تاج دارانِ گلشن سے باج
 محبت کا سارا حشرانہ ملے
 لٹا دوں ابھی نقدِ جان مین تمام
 ریاضِ دو عالم مین ہو فیضِ ظفر
 ہو اچھپ کے وہ شاہ بھی رہ سپر
 وہ اک دشتِ چھول مین جا پڑا
 ہوانے مٹائے وہ نقشِ قدم
 ہم آہنگِ دم و دن بھی چڑھتا گیا
 وہ رستہ بھی لو چھٹ گیا شاہ سے
 خدا ہی نکالے تو اب ہونجات

کہ اڑتے ہیں دُورے بزرگِ شر
 وہ کہتی ہوئی وہ ترسیلی زمین
 کہ ریگِ بیابان کی حالت تباہ
 بھری مشک بھی سوکھ جائی
 تو پائے نگہ میں پڑیں ابلے
 بلندی سے جھن کر گرین خاک
 مقرر ہیں وہ نخلِ خرمائے تر
 ہوا جا کے سائے میں جاگزن
 کہ تہائے کون اب رہ کوئی پار
 کہ غائب ہوا خسرو دادگر
 ہوا خواہ میرِ سعادت وزیر

ہو این تمازت کا ہے یہ اثر
 نہ سایہ نہ سبزہ نہ پانی کہیں
 وہ نوا اور گرمی حسد کی پناہ
 زمین پر اگر رکھ دے لاکر کوئی
 ذرا بھی اگر اسطرف کو اٹھے
 پرندوں کا ہوا اُس طرف جو گزر
 وہ آتے ہیں کیا اونچے اونچے نظر
 اسی سمت آخر وہ سلطانِ دین
 طبیعت کو لیکن ہے سخت امتشا
 مقامِ طرب میں اڑتی یہ خبر
 چلاؤ ہونڈھنے کو بہ فوجِ کثیر

شوق

کہ گھنٹا گھو جھانی ہی کالی گھٹا
 فلک پر وہ گھر گھر کے آیا سجا
 پڑے مثلِ سیلابِ شوقِ نہان

لگا تا ردے جامِ مے سا قیما
 مرادے گا اب دورِ جامِ شراب
 وہ مے دے اڑدین شکلِ ابرِ رانا

جو سوکھی زمین پر ترشح ہوا
 گر جتے ہیں بادل حکمتی ہر برق
 گئی نیند اُچٹ پانی کے شور سے
 ٹپکتی ہر بنگلے کی وہ اولتی
 ہوا زور سے چلتی ہے بار بار
 بنا ہے جو وہ ٹین کا سا بان
 عجب لے سے پانی برتا ہر آج
 ہر اک جھونک پر کیا نکلتی ہر مینڈ
 چٹانوں پہ کیا لطفِ نظارہ ہر
 صبا کے طپانچے جو کھاڑی ہر آج
 چلی آتی ہر بدلیوں کی قطار
 دھوان دھارا سوت چھایا ہر ابر
 اٹھی شاخِ گل سبزہ کو چوم کر
 بہنیں ہر ابھی گوجھڑی کی بھا
 ہیں آراستہ سبز پوشانِ باغ

ٹپکتی ہر بوسوندھی سوندھی سی کیا
 ہوا صحن کا صحن پانی میں برق
 یہی جاتی ہیں نالیان زور سے
 کہ ہے تارِ سیمین کی حلین پڑی
 چھپتی ہے کروں کے اندر چھپا
 ہر اسوقت ارگن کا اسپرگمان
 کہ زابھ بھی مے کو ترستا ہے آج
 کہ ہر بوند پر خود چلتی ہے مینڈ
 کہ جو بوند ہے ایک فوارہ ہے
 تو پودے سروں کو جھکا دیں آج
 ہوا کے ہیں گھوڑے پہ بادل سوا
 فلک پر سیست آیا ہر ابر
 برستی ہے کیا کیا گھٹا جھوم کر
 نہیں ٹوٹا کب سے بوندوں کا تار
 ہوا غسل سے ہر شجر کو فراغ

یکایک رُکی بُوند ٹھہری ہوا
 تروتازہ ہر نخل ہے شاد کام
 رُکامینٹہ بدلی ہٹی ہے ابھی
 وہ آمون کے اشجار پر سامنے
 وہ باغون میں جھولے پڑی مٹی
 اوہر کھ رہا ہے کوئی پی کہاں
 یہ ہے اس صدا کا اثر کان پر
 کہیں کوئی چلا رہا ہے کہ ان
 پروں کو سیٹھے ہوئے وہ طیور
 ہوا زور سے چلتی ہے سرور
 ہے تشبیہ خامون کی یہ محل
 جو سیندور یہ اُنین ہیں مِشیار
 سپیدے جو شاخون میں ہیں بالعموم
 وہ ہلتے ہیں زرد آم جو سامنے
 پڑے ہیں وہ ہٹکے ہوئے مِشیار

نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا
 لبالب ہیں پانی سر تھا لہر تمام
 یہ ہر زیر اشجارِ عالم وہی
 کوئی کو کتا ہے بڑی زور سے
 وہ ساون ہی گانگے گلغڑا
 سنا یہ تو قابو میں پھر جی کہاں
 کہ دل لوٹ جاتا ہے ہر تان پر
 ذرا دیکھنا اس گھڑی کا سماں
 درختوں پہ بیٹھے ہیں کیا دور و دور
 تو ہلتے ہیں کیا آم وہ سنخ و زرنہ
 زمرود کے پتے زمرود کے پھل
 ہیں محل بدخشان بھی ان پر نشا
 ہوئے آکے روپوش گویا نجوم
 لٹکنے ہیں پکھراج کے قہقہے
 زمین ہو رہی ہے جو اہر نگار

چھٹا ابرہین دھوپ کے کچھ نشان
 وہ ہر شاخ پر کوئلیں بار بار
 ادھر سے اٹھا لو پیہوں کا شور
 بے قوس قزح چرخِ زحبلوہ گر
 ہوئی شوخ ہر رنگ کی اب بہا
 پڑیں زرد کرنیں وہ ہر برگ پر
 ہوا سے ہٹی ابر کی جو نقاب
 نہ وہ سیل ہر اب نہ اب گھٹا
 شکایت ہر گلیوں میں کچر کی عام
 یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہوئے
 ہوئی رونقِ تازہ ہر کار میں
 کسان اور دیہقان با یکدگر
 وہ بیلون کو اپنے ہنکاتے ہوئے
 وہ کیڑے مکوڑے ہزاروں دھڑ
 وہ تالاب اڑتی تھی کل حسین گرد

پزیدے بھی ہونے لگے پریشان
 اڑاتی ہیں بیٹھی ہوئی کیا ملار
 اوہ تانین کیا کیا لگاتے ہیں مور
 ابھی تک نہیں آتا سورج نظر
 دھنک میں شعاعیں ہوئیں آشکار
 زمرود پہ چڑھنے لگا آبِ زرد
 یکایک ہوا جلوہ گرافتاب
 بھری ہیں مگر نالیان جا بجا
 پہ ہیں صاف بستی کی ٹکین تمام
 چلے اب وہ دامن سیٹھے ہوئے
 نکلنے لگے لوگ بازار میں
 کد اور ہل رکھ کے خو خوش
 چلے نٹ ملاری وہ گاتے ہوئے
 لگے رنگینے ہر طرف فنا کی پر
 نکل آئے سینڈل دھان زرد و زرد

وہ کیرے کہ جو سر سر خاک تھے
 سمجھ میں نہیں آتی کچھ اور بات
 ہو اس رو باغون آنے لگی
 وہ اک قاصد آتا ہے فرخندہ رو
 سنایہ تو انجم صفت خاص و عام
 اسی طرح اُسکو وہ سب سے پہلے اس
 ادب کیا اُس نے گردن کو خم
 رہی روز افزون یہ جاہ و وقار
 دیارِ محبت سے آیا ہوں میں
 اجازت اگر ہو تو کھولوں زبان
 سنایہ تو نہیں کروہ شیریں بن
 مجھے گو یہ معلوم ہے داستان
 کہا اُس نے اے شاہِ روشن ضمیر
 جو کچھ راست ہے کچھ رہا ہوں و حال
 تیرا عاشق زار تو بیا عشق

وہ پانی کو پڑتے ہی سب جی ٹھٹھ
 مگر تھایہ باران آبِ حیات
 لگا ہوں پہ خنکی سی چٹائی لگی
 کہ رکھتا ہے وہ مہر کی جستجو
 ہو ڈر گرد و پیش اُس کے کیا تمام
 گئے رے کے اُس شاہِ خوبان پر
 دعا دی کہ اے شاہِ گرد و چشم
 بہ دہر ہوں تیرے خد شگزار
 کسی کا خطِ شوق لایا ہوں میں
 کروں رازِ سربتہ سارا عیان
 لگا کہنے اے قاصدِ سحر فر
 مگر تو اپنی زبان سے بیان
 اب تک رہی تیرا تاج و سیر
 کہ ہوتا نہیں ایچی کو زوال
 وہی بے نظیر گرفتارِ عشق

جو کچھ دن یہی اسکی حالت رہی
 جو بستر پہ ہوتا ہے وہ گلغدار
 جو تکیہ بھی رکھتا ہے کوئی بزور
 بچھاتے ہیں تختِ طلائی اگر
 جو لاتا ہے کوئی لباسِ نفیس
 مجھے کوئی کفنی رنگا دیکھئے
 جو ہوتا ہے کچھ جامہ زیبی کا ذکر
 جو کہتا ہے کوئی چلو باغ کو
 جو سنتا ہے فریادِ بیل کا شور
 جو کہتا ہے کوئی غذا کھائیے
 کہا جو کسی نے کہ پانی پیو
 نہ کھانہ پینا نہ سونا اُسے
 تڑپنا کبھی بسترِ خاک پر
 گلہ جو رکھتا ہے دین کبھی
 کبھی بجا گناہِ شکل عہدِ شباب

نظرِ حریفِ رقی بہنِ جان کی
 تو پھولوں کی جااب بچاتا ہے غا
 اٹھاتا ہے وہ کوئی تختِ گور
 تو وہ خاک اڑاتا ہے بالائے سر
 تو کہتا ہے وہ رکھتا ہے ہم حلیں
 کوئی مرگ چھلا منگا دیکھئے
 اُسے ہوتی ہے خاکِ بیزی کی فکر
 تو کہتا ہے دیکھو صر و داغ کو
 تو کچھ اور وحشت کا ہوتا ہے زور
 تو کہنا غمِ تازہ کچھ لائیے
 تو وہ پی گیا سُن کے اسبات کو
 اکیلے کہیں جا کے رونا اُسے
 کبھی دستِ غم سینہٴ خاک پر
 وہ دستِ دگر بیانِ جنون کبھی
 توقفِ کہیں دم کو شلِ حجاب

کہیں فستِ شانِ شہزادگی
 کبھی صورتِ ابرغم وہ اوداس
 کبھی ناز کی راہ سے وہ غنور
 کسی دم نیاز التجا سے اُسے
 کبھی غوطہ زن بحیرِ آلام میں
 کبھی تختِ مشقِ تمہائی بجر
 کبھی عافیت خواہ درِ وِ فراق
 کبھی دیکھنا راہِ پیکِ حلال
 کبھی خار زارِ جنونِ لطفِ خیر
 کبھی صرصرِ دشتِ آوارگی
 کبھی نقشِ پا کوئے امیدین
 کبھی لذتِ افزائے غمِ زورِ عشق
 کبھی سردِ سرِ گرمیے درد سے
 اُسے اڑتے پھرنا خبر کی طح
 کبھی وہ دعا گوے صبحِ صال

کسی جازمین بوسِ افتادگی
 کبھی جاوہِ پیائے صحرائِ یاس
 بزمِ گلابِ جابت و عافِ غفور
 کبھی روٹھ جانا خدا سے اُسے
 کبھی برقِ دمِ دشتِ دامین
 کبھی نازِ بردارِ غمہاںِ حیر
 کبھی وہ قدمِ بوسِ گردِ وِ فراق
 یہ کہنا کبھی جانِ اب نخل
 کبھی گلزمینِ چمن سے گریز
 کبھی وہ خسِ کوئے بیچارگی
 کبھی چشمِ وحسرتِ دیدین
 نمکِ پاشِ زخمِ جگرِ شوخِ عشق
 کبھی گرمِ نالہ دمِ سرد سے
 کبھی حشیون کی نظر کی طح
 کسی دمِ امانِ خواہِ شامِ ملال

کبھی صورتِ موجِ بادِ صبا
 کبھی ذوقِ ناکامیوں کے
 اُسے اُنسِ سوداویوں کے
 کبھی چشمِ غمِ تنگ کے نام سے
 کبھی وہ دلِ افکارِ آزارِ غم
 بکھا ہون کے مانند پھرنے کا
 کبھی شمعِ افروزِ داغِ فراق
 تجلی گہہ داغِ سوزِ انِ عشق
 ہر اک زخمِ دلِ رشکِ حبِ سحر
 مسکینِ بس اک جوشِ وارگی
 قلقِ بقیارِ مصیبتِ شیر
 شبِ ہجرِ مشاطہ زلفِ غم
 نہ ہمارا کوئی نہ کوئی انیس
 رفاقتِ مین اک حسرتِ وصل
 فلکِ بر سرِ کینِ زمانہِ عدو

اُسے ڈھونڈنا یار کی خانِ پا
 کبھی شوقِ بدنامیوں کے
 اُسے فخرِ سواویوں کے
 کبھی اُس کو رمِ فکرِ آرام سے
 کبھی زخمی نشترِ خاںِ غم
 اُسے صورتِ اشکِ گریبا
 کبھی لالہ سان رنگِ باغِ نرنگ
 سراپا وہ سرِ چراغانِ عشق
 درِ توبہ گو یا شگافِ جگر
 جنونِ چارہ فرمائے بچا رگی
 فغانِ نالہ فیروزِ غمِ ضمیر
 سحرِ آئینہ دارِ روئے الم
 مگر غربتِ ویکسی ہم جلیس
 تلی وہ قلبِ یادِ نگار
 زبانِ پر مگر ذکرِ لا تقظوا

وہ پڑمروہ گل سا پریشان ہوا
 وہ کب سے تباہی میں مبع فغان
 جنون چاک و امان فزائگی
 وفا رہنا سے صراط الحمید
 نہیں ساتھ کوئی بھی غم کے سوا
 تلاش درد کی کاش جانِ راز
 وہ پروردہ ناز و مسکین لقب
 وہ آفت کا مارا پریشان خیال
 وہی شوق اب تک ہی دیر سے
 لپٹ کر کبھی دامن گرد سے
 وحوش و طیور اور سب جانور
 گرا تا ہے جو اشکِ خونین کہیں
 وہیں خامہ عجب سے باادب
 مجھے دے کے مکتوب بھیجا وہ
 سنا یہ تو بولا وہ روشن ضمیر

بزنک چراغ سیرگوراد اس
 وہ دشتِ مصیبت میں ریگ و ان
 توحش - ہم آغوش دیوانگی
 طلب - گام فرسائے کوئے امید
 پہ ہر گام پر جذبِ دل مشوا
 تبش - خانمان سوزِ صبر و قرار
 تر تپا ہی تیرے لئے روز و شب
 شب و روز ہے گردِ راہِ ملال
 جنون اور بڑھتا ہی سمجھا ہے
 وہ روتا ہے جنگل میں اس درو
 ہم روتے ہیں اس کے احوال
 تو بن جاتی ہے وہ زمینِ گلین
 لکھا صفحہ شوق پر حال سب
 نہیں جب سے مجکو دیاں کی خبر
 مجھے دے تو وہ نامہ دلپذیر

دیا نامہ اُس نے تو کھولا شتاب
پڑھا اور پڑھ کر لکھا یہ جواب

جواب نامہ

مرے شیفۃ بے نظیر خیرین
فرا چاہے صبر انسان کج
ہمارا ہی ہو کر رہے تو دمام
فان الالامع الصابرین
مجھے پائے گا کھونہ تو جان کو
یہی آرزو ہے فقط والسلام

واپسی

پلا سامیتا جام تہت مجھے
نہ روک آج ساغر کے دینو سربا تھ
لب جام سے حکم اگر پاؤں میں
پھٹی پوشا عین اچکنے لگیں
سپیدہ ہوا صبح کا خضرین
سحر نے سونگھا یا جو کا فوریا ب
شہنشاہ نے حسب حکم قدیر
لکھا خط اُسے جہر کر کے دیا۔
چلا جس گہری لے کی پیغام خیر
کسی کی سہ کرنا رفاقت مجھے
کہ دی جاتے ہیں مرمود وین کا ستار
گرے ہیں جو اکی ٹھالاؤں میں
ستاروں کی آنکھیں جھپکنے لگیں
لگی گد گدا نے نسیم چمن
اٹھا بستر خواب سے آفتاب
بائیں شایستہ و دلپذیر
ہوا لے کے قاصد اُسی فم ہوا
تو بجلی سے بھی زود تر گرم سیر

حساب کو وہ بالابست تانہوا
 اوہرے چلا اور اوہر آگیا
 نہ پایا مگر شاہ کو اس جگہ
 عرض سوچتے سوچتے وہ بیل
 مقرر مرے بعد راہی ہوا
 سمجھ کر یہ وہ پیک عالی وقار
 وہاں جا کے دیکھا کہ سلطانِ مین
 کہا حینر مقدم۔ کہا حربا
 وہاں جا کے مجھ کو ندامت ہوئی
 وہ پیک ہمایون ہی اسکا مشیر
 یہ سمجھا جو خط وون مین کیا رگی
 ندمر جائے مارے خوشی کو پیر
 مبادا پڑے زلیست مین جو خلل
 کچھ اس کے علاوہ شرارت بھی ہے
 کہا آپ کا نامہ پڑھیار

چلا چٹکیون مین اڑتا ہوا
 تصور سے بھی پشیم آگیا
 نہ دیکھا کسی ماہ کو اس جگہ
 یہ سمجھا کہ وہ حنر و بیل
 کسی جا اسیر تباہی ہوا
 سوئے دشت و دشت چلا گیا
 تیر نخل مٹی ہے اندوہ گین۔
 کہا اور۔ بولا کہ فضل خدا
 ترے نام سے اُن کو دشت ہوئی
 ذکاوت مین تیر مین بے نظیر
 تو یہ تختِ ریشم شوقِ حیا رگی
 نہ لالے پڑین اس کے گز گین
 پیام وفا ہو پیامِ اجل
 کہ شوخی کی تھوڑی سی عادت بھی
 ہوا باعثِ دشتِ طبع یار

کہا پڑھ کے نامہ کہ دعوا عشق
 صبا سے کسی دم مخاطب میں
 کبھی میں غدا دل صفت نغمہ زن
 کبھی سبزو کی دیکھتے ہیں بھار
 وہ دیکھیں رخ یا سمن شوق سے
 ضیا کیا ہو پھر عشق کے داغ میں
 مرے مست انکو نظر ہی نہیں
 اٹھیں عشق ہی تو ہمارے رہیں
 سنا جب میں نے تو ازراہ عقل
 وہ تیرا جنون تیری آوارگی
 پھر اس پر فضا ہے جو گلزار کی
 سنا جب یہ افسانہ سحر کار
 مری اُس کی گہری جو یونچن گئی
 کہا تہ نے مجھ کو بنانا ہی کیوں
 مجھ کہہ یار نے کچھ مجھ پر بھی کہا

اور او سپر پیر سیر حمن و عاشق
 کبھی سیر گلشن پہ راغب ہیں وہ
 کبھی غنچہ بگل سجدہ ہم سخن
 کبھی میں بھار حمن پر تشار
 کہیں خوب سیر حمن شوق سے
 کہ رہتے ہیں وہ رات دن باغ میں
 میں کیا ہوں مری کچھ خبر ہی نہیں
 محیط جہان سے کنارے رہیں
 بیان کی ترے غم کی لچب نقل
 تری بیکسی تیری جیہ پارگی
 غنایت ہی یہ چشم خومبار کی
 ہوا مست جام طرب و نگار
 جو بگڑی ہوئی بات تھی بن گئی
 توبے پر کی ظالم اڑاتا ہی کیوں
 کہا ان کہاسنے خدا و دی وفا

کہا کہ یہ کہنا ہے کہ کیا جواب
 کہ زہر آج تو ان کے گھر میں
 کہا کہ وہ فرماں حق انیسین
 کہا کہ حیلہ سے کیا آئے گا
 کہ ہر ایک کے پیٹھ پر خط لا دو ہر
 کہا کہ مجھے بھی قول تو دیکھئے
 کہا کہ یہ بھی دے دے کہ یہ وہ قول
 کہا کہ میں اس پر کہنا مجھے
 کیا شہ نے یہ قول دل سے قبول
 نکالا وہ منط شوق و نشان
 کہ ہر دم و قد عاشق بے نوا
 کہ بے لیا نامہ غزل کے ساتھ
 کہیں ہوں یہ کتاب بھی سرق
 کہ اگر چکا کہ یہ وہ دم نیاز
 کہ ہی تین سطرون پر جہدم نکلا

کہا یہ کہنا ہے کہ راہ عتاب
 کہ چوڑ کر چھرت ہو شت تین
 کہا کہ گرا گیا راہ میں وہ کہیں
 کہلا اس بناوٹ سے کیا پانگیا
 کہ تصنیع سے حاصل وہ ہر آدم
 کہ تو پھر میں بھی حاضر ہوں خط لکھو
 کہ نری بات کہ بکھڑاتا ہی ہوں
 کہ ہمیشہ رفاقت میں کہنا مجھ
 کہا اب تو نامہ دی وعدہ پہوں
 کہا مجھ کو پیار ہے یہ جان
 کہ ہر دم تعظیم نامہ ادا
 کہ ملا انہی انکھوں میں الف کنگا تھ
 کہ کبھی ہمیشہ پر شکل و اماں تر
 کہ تو کھولا اسے صورت چشم ناز
 کہ ہمہ کرم عالی بھری ایک آہ

کہا خوش رہو وہ سچ زمین	ہیں اعجاز میرے لے یہ سخن
یہی ہیں دو اجانِ رنجور کی	یہ باتیں لکھی ہیں بسے درد کی
انہیں میں لکھی ہیں بطورِ سلیم	امانی و جملہ کتابتِ عجم
جو لوح و دعوالم پہ تحریر ہے	انہیں تین سطروں کی تفسیر ہے

اضطرابِ بندِ ظہیر

پلا بادہ اے ساقی خوش صفا	کہ ہو بیخِ فرقت ہر کچھ تو بہجات
شبِ پیر کب تک اٹھا جامِ عیش	کہ روشن ہو دمِ سوتری نامِ شیش
خزان ہوں بناؤ تو رنگِ بہا	اٹھو نہ دوشِ نشہ پہ ہو کر سوا
اٹھی ہو جو کالی گھٹا اسطرح	مجھ کل پڑے بے تری کس طرح
جواڑتی ہو چاروں طرف یہ بھٹا	انی کی طرح ہوتی ہو دل کر پار
اندھیرے میں بجلی کا یہ کونڈا	مے ول کو حسرت کا یہہ روندنا
یہ ساون کی راہیں یہ گہرا سا	بھلا کس طرح آئے سپردِ لکھو صبر
ٹپتا ہوں جز شوقِ زخمی کون سا	نہیں سوچھتا ہاتھ کو آج ہاتھ
یہ سنا پانی کا ٹھنڈی ہوا	وہ حسرت بھری بانسری کی
درختوں پہ وہ جگنوؤں کی بہا	کہ اڑتے ہیں نالوں کی سرشار

ریتی ہے بجلی اُدھر متصل
 میں کس تین تھا سورج کے شور سے
 یہہ کو کچھ ترشح بھی ہونے لگا
 ہوئے جاتے ہیں ایک بج بھر
 بہت زور سے چل رہی ہے ہوا
 اُدھر دیکھو وہ کہل چلا آسمان
 بڑا نیکو دل کامرے اضطراب
 لئے ہاتھ میں نیزہ ہر اک کرن
 نظر آتی ہیں دور جو جھاڑیاں
 یہ لو چاندنی میں ہوا دشت غرق
 وہ کوئل سپہا وہ چلائے مور
 غضب چھوٹی چھوٹی کسی نین دہر
 شبِ بحر میں آج یہ چاندنی
 جگر پارہ پارہ ہے۔ دل چور ہے
 یہہ وہ رات تھی اُدھر زو الجلال

اوہر لوٹ جاتا ہے یار دل
 گرجنے لگا رعد بھی زور سے
 مے ساتھ گردون ہی روئے لگا
 برستا ہے کیا ابرجی کھول کر
 عجب کیا کہ چھٹ جا دم میں گھٹا
 ستارے بھی دواک ہو خضو نشان
 وہ چمکین شعا عین میان سما
 لگی کھولنے بندِ خنہ کہن
 ہے اس دم درندوں کا اُن پر
 لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق
 یہاں بڑ گیا اور دشت کا زور
 سرِ آب ہیں کس طرح جلوہ گر
 کھلاتی ہے ہیرے کی جھمکونی
 بشر ہائے کس درجہ مجبور ہے
 بہم مل کر پیتے شرابِ وصال

گمراہی قہمت و آزار گزشتہ
 تملک پر ثوابت نہ سیار می بین
 نہ ہر چین ل کو نہ آنکھوں میں نہ خفا
 یہاں تو ہر خود دل پہ غم کا نجوم
 مرے رب مرے ارحم الراحمین
 پڑھا اس پہ فرمان مہر شیر
 چڑھیں ندیاں گریہ ذوق کی
 کر ٹپی چوٹ وہ دل پہ کھائی ہوئے
 روانی سے اشکوں کے مضحمل
 جنوں او سکو گھر سے نکالی ہوئے
 بنی تھی جو دل پر تو بگڑی تہ طور
 ہو س بڑھ کے دل میں بہانی تھی
 جگر میں ترپ جان بسل میں بھی
 دل و جان پہ یہ حسرتیں چھا لیں
 خبر پاؤں کی کچھ نہ کچھ سکا ہوش

جو ضرر کے پتیا ہو غیر بار بار
 بگڑی تھی ہر گرد و ن نہ نگاہ میں
 بڑا ہون میں سر بایا اضطراب
 خدا جانے کیوں گھوڑے میں نجوم
 سحر ہو گی اس رات کی یا نہیں
 ہوا اور بھی مضطرب بی غلط
 لپک بڑھ گئی شعلہ شوق کی
 جدائی کے صدمے اوٹھا ہوئے
 لبوں سے عیان صدمہ و رد و دل
 امیدیں طبعیت سے بھالے ہوئے
 رستے تھے شیشے کی پانگھو
 طبعیت ہی قابو میں آتی نہ تھی
 وہی درد سینہ میں بھی دل میں بھی
 انگلیں بھی دم سے گھبرا گئیں
 جنوں میں بس آوارہ گردی کا جوش

شر کیا کہ برق اس پہ قبر ان ہی
 کوئی شہر نہم گر خوش آتی اُسے
 کہے کون جو دل پہ تھی وار و ات
 صیرِ قلم سر نشانی سے تھ
 وہ برجھی سی دل میں کھٹکتی ہوئی
 عیان لبے۔ دل مجھ آفات
 بزرگ گل زخمِ حالت زبون
 جلا دل تو کھینچی وہیں آہِ سرو
 تھی سدرجہ بیتاب جانِ خیزن
 جو حسرت بھرے ویلن کچھ لگئی
 تصور میں ہر وقت رد و بدل

کہ اس کی ٹرپ میں عیب آن ہی
 خدا کی خدائی نہ بجاتی اُسے
 نکلتی نہ تھی ضعف سے سہ بات
 وہ نالان بریدہ زبانی سے تھا
 نگاہوں سے حسرت ٹپکتی ہوئی
 خموشی یہ کہتی تھی کچھ باسے
 ہنسی میں بھی جاری ان کے ہونے
 گری جو طبیعت چمک ٹھا و رو
 کہ ہر دم تھا اس کا دم واپس
 نگاہوں پہ کیا بیکسی چھا گئی
 کبھی مجھ ہو کر پڑ ہی یہ غنڈل

غنڈل

تو غم نے یہ دن دکھایا مجھ
 ہوا اپنی ہستی سے بھی بے خبر
 خدا جانے تھا خواب میں کیا سما

کہ مجھ سے ہی آخر چھڑا یا مجھے
 نہ معلوم کیا یاد آیا مجھے
 ارے دردِ دل کیوں جگایا مجھ

ستم کرتے مل کر تو پھر لطف تھا خدائی سے تیری نہیں کچھ غرض نہ دیکھا کچھ اُن میں جزا ناز جو جفا سے وفا سے کہ ازرا و ناز وفا کا گلہ کیا کروں نے نظیر ہوا شوق یہ دیکھ کر بیکار کہا شہ سے اب بے گھٹن لگا لکھا ہے تھیں صبر کے واسطے کہا شہ نے اے مونس نگہا کہا اُس نے اچھا ہی کیجئے ابھی روضۃ القدس جاتا ہوں سُنا یہ تو پھر کیے کلک خیال	جدائی میں کیا آرمایا مجھے ملا اُس صنم سے خدایا مجھے مگر وہ بھی کیا تھا جو تجایا مجھے غرض جسطرح ہو لہایا مجھے یہ کیا کم ہے جو بس ستایا مجھے کہ رورو کے کہوتا ہے وہ جانِ ناز کلیجا مرا غم سے پھٹنے لگا نہ یوں جان چہ صبر کے واسطے سُنا کچھ بھی تو مژدہ وصل یار مجھے پھر کوئی نامہ لکھ دیکھئے خبرِ محشر کی جا کے لاتا ہوں میں لکھا صفحہ آرزو پر یہ حال
--	--

نامہ بے نظیر

مرے دلِ ربا شاہِ بندِ نظیر شبِ تاریکِ ہمدانِ ہجومِ بلا	سہمِ بہت کے مہرِ نظیر تم آؤ تو چھٹ جائے غم کی گھٹا
---	---

جگر شاو ہو قلب سرور
 کہان تک یہ سوزہ رون کی پیش
 یہی ہی جو غفلت ووا ہو چکی
 غنیمت ہے دم آپکا اسی طرح
 تپ غم سے گوین پریشان ہون
 کرو شکر اپنے کمالات کا
 تم آہو اسے شاو عالی جناب
 سرک آئینکی جو برابر کرین
 جودل خواہش خوش بیانی کر
 سنائے وہ نعمت تحین لا جواب
 ترنم کا بھیہر گرم بازار ہو
 کروں جسے اسباب عشرت نام
 مرتب وہ رہنے کو ایوان ہو
 لکھتے ہوں وہ قہقہے منقل
 وہ قہقہے بھرے پورے بسر

مرا خانہ عیش پر نور ہو
 کہان تک یہ درد نہان کی خلش
 مریض الم کو شفا ہو چکی
 رہے روز افزون حسن صلیح
 کبھی ہو رہے گامرا بھی علاج
 ملو اسکے مجھ سے مرے ملقا
 کروں تم پر صد مہر و آفتاب
 عوض کنکروں کے ستارے بھرن
 دبیر فلک سے مع خوانی کرے
 کہ زہرہ ہوزہرہ کا بھی آب
 بدل مشتری بھی خریدار ہو
 زحل کی نحوست نہ کچھ آئے کام
 جہان بنم کیوان بھی دبان ہو
 شریا جنہیں دیکھ کر جو خصل
 کہ اسیرین و پروین کی جھپے نظر

بنین ساتی انیم غلمان ر جور
 کروں حاسدون جگر کو کیا
 ملے نوش و صلت جو امارہ رو
 ہٹا دوں جو رخ سے وہ زلف سیا
 الٹ دو جو محراب میں تم نقاب
 کرو ہر سان رہ جدی و ثور
 پڑیں جو تمھارے قدم کے نشان
 ہوز لفون میں اپنا دل پر شر
 زنج پر ہو جو گیسو کے مشکاب
 دکھائیں وہ آنکھیں جو اپنا جلال
 یہ ہو گرمی وصل میں سوز و تاب
 و خاتم کرو ہم حب میں سہیں
 جو تم چرخ وحدت پہ تھوٹ خاص
 جگر پاؤں پہلو میں جو آپ کے
 ہیں یہ جلوہ گر چرخ پر جو نبات

فرزان ہو چاروں طرف شمع نور
 نظر آئے ہر جہاں میں آفتاب
 کروں شیش میں عجب بین نہ عین
 تو بوج حل سے نکل آئے ماہ
 تو آئے نظر قوس میں آفتاب
 کہ شیرون کو لازم ہر شیرون کا
 تو رستہ بنے غیرت کہکشان
 جلے منزل سنبھلے میں قمر
 تو پانی بھرے دلو میں آفتاب
 اسد سر جھکائے رنگ غزال
 کہ سلطان کو گردون بنا گیا
 کہ منیران کے پلے برابر رہیں
 ان آنکھوں میں قطبین کے پنجہ اص
 نہ ہو قطب کی طرح جنبش مجھے
 تمھارے عدو پر لگاؤ نہیں گھٹا

جو دکھلاؤ لب اپنے اس گلبدن
 سہیل میں کا بھی ہو رنگتے دو
 جبین منور جو دیکھے سہا
 جو بکھیرن وہ گیسو تو پھر بے سکوت
 ہے رمت کی جاسیہ تری وارگی
 میں ہوں جان بلب تم جلاؤ مجھے
 زانہ میں رہ جائے تایا دگار

ابھی خون تھو کے حقیق میں
 لہو لعل رمان کا ہو جائے سرد
 نہ سجدے سے پھر سر اوٹھاؤ را
 دل زار یونس ہو وہ زلف حوت
 یہ جوش جنون اور جیہ پارگی
 خفا ہوں میں دم منالو مجھے
 تمھاری محبت مرا انکسار

بہارِ صبح

پلا آج ساتی صبحی مجھے
 کروں بغیر غم آپ کو شر سے آج
 وہ ہے ہو پیون جسکو سکر اذان
 ستارے جو چھٹکے تھے افلاک پر
 نہ وہ چٹکین ہیں نہ وہ شوخیان
 فراہم تھے پہلے جو انگور سے
 سحر کا سپید بھی ہر گیا غیب

کہ حاصل ہوتا قوتِ رمی مجھے
 اٹھوں نشہ آلود بسر سے آج
 برنگِ دعا سحر ہوں روان
 وہ آتے ہیں اب جا کا کچھ نظر
 نہ وہ جھلکے ہیں سر آسمان
 وہ ایک ایک کو تکتے ہیں بے در
 چھپے جاتے ہیں پردہ شب میں

ہوئی صبحِ خندان جو پر تو فلک
 ریاضِ سحر میں جو چھو لی شفق
 سحر کا جو دھڑکا ستارے لگا
 سنی باؤ صبحِ چمن کی جو دہنم
 ابھی کیا چمکتا تھا بنجمِ سحر
 چمک میں نہ تارونکی ہوئی کونکی
 ستارے جو تھے زیبِ بنجمِ فلک
 وہ ایک ایک کر کے روانہ ہوئے
 مگر کچھ وہ ہیں رنگِ تریزینِ صبح
 سو وہ بھی ہیں کچھ جھللاتے ہوئے
 ستارے جو باقی رہے خال خال
 جو تل کی طرح جا بجا پا گیا
 فلک پر وہ کچھ روشنی صبح کی
 جو بنجمِ سحر بھی لجانے لگا
 چھڑائی تھی مہتاب گردونِ رات

پریشان ہوئی صبح کی انجمن
 سہوارنگ تارون کا ایک بار فراق
 فلک پر پناہستان چھڑانے لگا
 کئے گلِ فلک نے چراغِ بنجم
 ہوئی روشنی ماں داب کی مگر
 کہ پھسکی پڑی جاتی ہے چاندنی
 جھپکتی نہ تھی بن کی اک دم ملک
 سحر سوتے ہی سب فسانہ ہوئے
 چنے گا انجمنِ دم میں گلچنِ صبح
 مذاقتِ آنکھیں چڑے سہوئے
 نہ اُن کا رہا کچھ کسی کو خیال
 انجمنِ چمن کے سحر کھا گیا
 وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی
 قمر اپنا بستر اٹھانے لگا
 اسی کے یہ سب پھول تجوڑی بات

نظر کی جو گردن کی حسرت گاہ پر
 شفق میں ہر جو رنگ صبح ایسا
 کیا کاروانِ نئے شب کو مقام
 ستاروں جو تھے جلوہ گر پہنچ
 فلک نے یہ سب گویا پرے شمار
 گرے صورتِ اشک جو خاک پر
 یہ شب تری ہو گئی چہ نہان
 سو کا عہلِ سب مرضی ہو
 اصول اس کے موضوع جتنے ہو
 ضیا شمع کی چلی طرفین
 شفق پھول کر رنگ لانی لگی
 گھڑی ہر الگ شمع بھی کیا اس
 ہوئی دل جلون کے یہ غم میں تباہ
 تمام اس کی ترک کی جزو کل ہوئی
 اتر اتر طرف رنگ صبح بہار

ہوا لی سی چھٹے لگی ماہ پر
 ہوا جاتا ہر چہرہ سہ سفید
 پسینے پسینے تھا اس سے تمام
 پسینے کے قطرے تھے وہ میر
 کئے ذوقِ صبح طرب پر تار
 وہ شبنم کے قطرے بنے میر
 بڑھائی قمر نے ہی اپنی دکان
 خطِ کہکشان خطِ فرضی ہوا
 ثبوتِ سحر کے ہوئے وہ سب
 شب ہر جا کر چھپی قاف میں
 نئی آگ دل میں لگانے لگی
 پتنگوں کے کچھ ڈھیر ہیں آس میں
 کہ اٹھنے لگا فرق سے دودِ آہ
 سحر ہوتے ہی شمع بھی گل ہوئی
 فلک پر کچھ لایک بیک لایہ زار

نمایاں ہوئے خوب آثارِ صبح
 ہوا صبح صادق کا جہدم یقین
 کوئی شاخِ گل کی طرح جھومتا
 اٹھا کوئی سرگرم حمد و سپاس
 اٹھے شہر کے زاہد و حق پرست
 شبِ بجر سے ڈرنے والے اٹھے
 اٹھے رہنشینانِ کوئے تہان
 کسی کو کوئی گدگداتا اٹھا
 گرجِ صبح کا غلِ چانے لگا
 نہ جاگا پر اس پر بھی بختِ عدو
 اذانوں کی آواز آنے لگی
 ہوا جس گھڑی کم اذانوں کا شور
 طیورِ آشیان سے کھلنے لگے
 مینِ لالہ کو اؤس و ہونی لگی
 گلِ اندام کپڑے پہنے لگے

جہان میں ہوا گرم بازارِ صبح
 تو بتر سے اٹھنے لگے نازنین
 اٹھا کوئی ساغرِ کالب چومتا
 کوئی منید کی جھونک میں بدھوا
 اٹھے رزمیہ سناہ ساغرِ بدست
 شبِ وصل پر مرنے والے اٹھے
 اٹھے ساکنانِ وِردستان
 کوئی منہ چھپا کر لجاتا اٹھا
 ہو سوتے ہیں اُن کو جگانے لگا
 بنانا کے سہرہ لبِ آبجو
 دعا تا سیرِ عرش جانے لگی
 اٹھا دیر سے بید خزانوں کا شور
 سمنِ بُور و ش پر ٹپلنے لگے
 شفقِ رشک سے خونِ روئی لگی
 پری چہرہ بن ٹھن کرتے لگے

یہ انگھیلیوں پر نسیم سحر
اڑی بھرتی تہ زنجیر کی نسیم
جھکا دیتی ہے سر صبا کی عیبت
ویا وایہ نشوونے کے خطہ
کھلے پھول غنچے چھلنے لگے
یہ شبنم سے تازہ ہیں خسار گل
یہ سبزے پہ قطرے ہیں چھپائے
ہوئے برگ گل حمد میں تر زبان
پنکٹی ہے شبنم بودقت سحر
بوشاخین گرین شوق میں جھوم کر
ہراکشت پہ بچایا ہر جو رنگ ہو
جو ہے آج گلشن میں خوش حال
عجب وقت ہے یہ عجب یہ سماں
سہانی سحر سہانی مفسا
کہیں نعمت زن طوطی خوش مقال

کہ آنے ہیں جہنکون پہ چو نکو اور
کھلاتی ہے غنچوں کو مہن نسیم
جنون خیر ہے بسے گل کی لپٹ
ہراک طفل غنچہ کو شیر سحر
چمن کے چمن نو چھلنے لگے
کہ انجم ہوئے زرب ستار گل
کہ مغل پہ موتی بچھائے ہوئے
خدا نے بھرا موتیوں سے دریاں
ہوئے وجد میں آکے گریبان شجر
انھیں یار کی خاک پا چوم کر
ہے سکتے میں آئینہ آج ہو
فقط بخت خوابیدہ پامال ہے
کہ نیر کے عالم میں ہر آسمان
یہ مرغان خوش نعمت و خوش لغا
کہیں ناکہ کش میل خستہ حال

اٹھی ہر طرف چھپو ہون کی صدا
 وہ گلزار میں قمریانِ نعمت زن
 غصہ اپنی اپنی زبان میں طیور
 اُدھر کوڑیا لاجھی ہر رنگ کا
 کھلا ہے وہ ہنر پہ یوں باغِ بیا
 ہر اک رنگ کے خوبصورت لگین
 یہ ہوتا ہے گردِ سحرِ عیان
 وہ غلٹ کا سائے میں کچھ کچھ اثر
 یہ دیکھا ہی تھا چشم اور اک
 سنہری شعاعوں کے نیرِ حجب
 شفق کے پھر ہرے اُڑی چرخ پر
 لب جو تھا کہرے کا جو کچھ ہون
 شعاعوں کے جاروئے ایما
 ہوئی اشکِ بنم سر تر گل زمین
 ہو ختم چھڑکاؤ کا انتظام

فغانِ عنادل نے باندھی ہوا
 وہ صحرائیں فریادِ نراغِ درغن
 بین سرگرم تسبیحِ ربِ غفور
 مسطح زمین پر کھلا جابجا
 ہوں دریا میں جس طرح رشوق
 زمرہ کے تختے پہ دیکھے ہیں
 کہ آتا ہے کوئی بڑا کاروان
 چھپا زیرِ داناں گروہ
 پڑ ہی آئے فتحِ افلاک نے
 ہر اول بڑے شکرِ صبح کے
 شعاعوں نے گاڑی علمہائے زر
 پھٹنے لگیں اُس میں چکاریاں
 کیا صحنِ افلاک کو بے غبار
 پٹھار میں بھی کہرے کی گز لگین
 ہوا صاف صاف سور کا تمام

سُنہری شمعوں کا عکس آب میں
 چمک کر دکھاتا ہے یہ صاف صاف
 یہ نہروں میں عکس شفق کا نشان
 شمعوں کی پانی پہ چنگاریاں
 درختوں کے سائے کا حوضِ نور
 کھڑے ہیں جنوٹاں آبِ شجرِ صفت
 زمین و فلک پر یہ چھایا جلال
 اٹھا کر طیر اپنے سر بار بار
 کسی کو کوئی دیکھنے کے لئے
 حسیں کے جھڑپیں ایک ناز میں
 ادا شوخی و ناز کی ساتھی ہیں
 سوز و کرم بے نیازی و ناز
 نہ زندگی نہ کچھ پار سالی سے کام
 قصا و قدر اس کے خدمت گشا
 چپ دراست اس کے جلالِ احوال

کہ جو گھر کرے قلبِ تاب میں
 کہ آئینے کا ہر بستی غلاف
 لگی آگ پانی میں اللہ کی شان
 ہیں سطحِ بلورین پہ گلکاریاں
 کہ شیشوں میں ڈالے زمر و کمر
 کہ عالم ہے ستارے کا ہر طرف
 کہ عاری ہوئے نطق سہاواں
 کسے دیکھتے ہیں بعد انتظار
 وہ جھانکا دریچے سے انلاک کے
 لب جو ہوا اس کے مسند گرین
 سحر آفتاب سے ماتھے میں
 شب و روز انھیں ہے اسے ساز و با
 اُسے رات دن خود نمائی ہو کام
 سرِ پایا وہ نورِ حند او نہ گار
 اک اد نے صفت و بے مثال

برابر کیا سب کے جھگ کر سلام
وہ طائر بھربا چھپاؤنگے

مبارک سلامت کی ہر وہم و ماہ
یہ اشعار سب مل کر گانے لگے

عزل

خدا یا تری تا خدا می رہے
ترا نور جبک رہے جلوہ گر
تو جبک شناسا رہے ذات کا
رہے تیری قدرت کا جبک عمل
رہے تو بری تا قیود اس سے
ترا ناخن حکم جبک ہوینہ
ترا وشمیت رہے تالبد
ترا جلوہ جبک نہ محسوس ہو
رہے وصل جبک بقا سے تجھے
رہے تا تجھے حُسن پر اپنے ناز
سبھی جائے پر خالقِ مینظیر
کوئی محو ہے گارہا ہے کوئی

دو عالم میں اس کی دُعا ہی رہے
یہی اسکی جلوہ نمائی رہے
یہہ آگاہِ خود آشنائی رہے
یہی اس کی زبانِ روانی رہے
اسے بندِ غم سے رہائی رہے
یہی اس کی عقدہ کشائی رہے
یہہ چارہ گر بینوائی رہے
یہی اس کے دل کی سمائی رہے
نہ اس کی ہماری جدائی رہے
نثار اس پہ ساری خدا ہی رہے
طبیعت مری اس پہ آئی رہے
وہ دل کی طسرح آراہی کوئی

ہوا آگے پاؤں بس با صداوب
 تو مثل سحر زور افشان رہے
 زین پہلے گیا کعبہ حبیب کو
 وہاں سے حضور خداوند تخت
 ہوا حکم کیون ہیں یہ آنکھیں پر آب
 لیا شوق سے اور پڑھ کر کھا
 بہت تیز روا اور طرار ہے
 نہیں نل گل کو بھی کچھ ہمہری
 وہ ہلاکہ اے شاہ ملک و سیر
 ہوا حرف زن یوں شہ پاک دہشت
 مہر کرنا ہو جس میں اسکی خوشی
 پس نہ آئی ہے اسکی عرضی مجھے
 یہ مشورہ تو پہنچا ایسے زود تر
 مگر کچھ دنوں مصلحت ہے یہی
 سپاہ الم سے رہے ہوشیار

کہا اے بہارِ ریاضِ طرب
 ہمیشہ ہی شوکت و شان رہے
 سنا خود بدولت گم سیر کو
 ہوا آگے حاضر ہے میر بخت
 دیا اُس نے اک خط بجائی جواب
 کہ اے پیکِ فرخندہ پے مہر جا
 بہت اپنے فن میں تو ہشیار ہے
 تجھی کو ہے زیبا بھ نامہ بری
 میں ہوں کترین بندہ منتظر
 ہمیں نوے ہیں اُسے یہ صفات
 کہ عاشقِ ہردہ اور معشوق بھی
 ہے دل سے قبول اسکی مرضی مجھے
 میں اُس کا ہوں یہ میرا ہوا نامور
 رہے وہ مقامِ طرب میں ابھی
 حفاظت کرے اسکی پیل و نہار

پھر آتا یہاں جب وہ بھیجے تجھے
 یہ سُکر ہوا بحرِ شادی میں غرق
 طارہ میں ایک کبیر روان
 تو دیکھا کہ میرِ سعادت وزیر
 اسی سمت آتا ہے مانندِ موج
 اسے دیکھ کر شوق بے خستیا
 یہ لشکر پہ غم کی چڑھائی ہو کیون
 وہ آواز پہچان کر شوق کی
 بنی تھی جو حالت دکھائی اُسے

کہ وصل اسکا مدِ نظر ہے مجھے
 قدمِ بوس ہو کر چلا مثلِ برق
 یہ سوچا ذریِ دیر دم کوں یہاں
 لئے ساتھ اپنے سیاہ کیش
 پریشان و خستہ مگر ساری فوج
 چکا کہ او سرورِ نامدار
 سفر کی مصیبت اوٹھائی ہو کیون
 بڑھا اسبِ دوڑ کو کیکبارگی
 سٹی اسکی۔ اپنی سُنائی اُسے

مجاہدات

پلا اب تو مئے ساقیِ ذیِ کرم
 اٹھا ساغرِ طبیعتِ سنبھال
 وہ مئے ہو جو دکھلائی اپنی بھار
 ہے کچھ وہوپ کا عکس کہار پر
 تری اویس کی وہوپ سے فرنگی

کہ گھیرے ہوئے ہے سپاہِ الم
 مجھے ورطہِ بحرِ غم سے نکال
 اڑوں صورتِ بوڑھے گلِ اکبرِ بار
 شامینِ چکپی ہین اشجار پر
 ہوا بھی ذریِ گرم ہونے لگی

پرندے زمین پر اترنے لگے
 اڑے کھول کر قاز و سرخاب پر
 وہ کھیتوں میں چرایں بھی ڈالیں
 ہوا چھو ہی کار و بار جہان
 ہوا میں ابھی تک ہنیں کچھ غبا
 مگر شہ پہن یہ ہنیں آئے تاب
 بلندی پہ کچھ وہو پانے لگی
 سنڈیردن پہ کچھ کچھ جھلکنے لگی
 غرض چاکِ حبیب سحر بڑھ گیا
 ہزاروں جوانان لشکر شکن
 وہ ہیں چھوڑ کر وہ سب بابِ بزم
 یکایک کھڑے ہو گئے وہ دہن
 ادھر لوگ کچھ چڑھ کے مینار پر
 چمکتے ہوئے خود تیغ و تفتک
 وہ زہین چمکتی ہوئیں دور سے

ہرن کھل کے جنگل میں چرنا لگے
 گرے مرغِ آبی وہ تالاب پر
 وہ چن چن کو دانے اٹھا ڈالیں
 ہوئے لوگ معروفِ کارِ جہان
 رطوبت لگی اڑنے بن کر کنار
 کہ ٹیلون کی ہے اوٹ میں آفتاب
 وہ کلسون پہ سونا چڑھانے لگی
 اتر کر وہ در پر چمکنے لگی
 قریب آدھ گھنٹے کو دن چڑھ گیا
 وہ ہیں دامنِ کوہ میں خمیہ زن
 چلے ہیں کسی سمت کو بھر زرم
 کسی نے ابھی اُن کو دیکھا نہیں
 نظر کرتے ہیں دشت و کہسار پر
 پھر اُن پر سہری شاعون کا رنگ
 کہ گویا بنی تھیں وہ بلور سے

خوشی کے پھر نہ رہے اڑا کر کہو
 وہ گھوڑے گنوتی بدلتے ہوئے
 سواروں کی ہر دم اسی پر نگاہ
 رگے پھر وہ کچھ درد کہہ سارے
 وہ کہتا ہی ٹھہر وہیں اس پاس
 اسے توڑنا ہے بہت کا دست
 مقام طرب غلہ منزل ہے یہ
 حیات ابد اس میں اک باغ ہے
 ہے قصر اس میں اک عیش جاوید
 اسی غم میں ہی میری حالت تباہ
 مگر ماتھے آنا بھی دشوار ہے
 ادھر جا میں تو ہوگی بیشک شکست
 مگر ایک تدبیر آسان ہے
 ہمارا تمہارا دمان کیا گزر
 کرین اہل قلعہ کو محصور رہم

وہ بہر شخص نیزہ اڑٹھا کر کہو
 اشاروں میں رگ رگ کو چلتے ہو
 کہ لٹکتے نہ پاسے کہیں گرو را
 مخاطب ہوئے اپنے سردار
 کہ سخت مضبوط ہاں پاس
 کہ یہ شہر ہے شاہ کا پار تخت
 دیار محبت کا حاصل ہے یہ
 مرے دل کو اس باغ کا داغ ہے
 احنین دو لون سے ہے فقط مجھ کو کام
 کہ تھی شاہ ملعون کی یہ سیرگاہ
 کہ چاروں طرف اس کے کہہ سارے
 کہ ہے گھائیوں پر بڑا بندوبست
 کہ صحر آگشت میں سلطان ہے
 کہ اس جافر شتون کے جلتے ہیں
 رسد سے کرین ان کو عجیب ہم

درِ قلعہ پر چل کے ہوں جاگیر
 میر جی آب و دانہ ہوں ناصیب
 ادھر آئے جو شاہ بھی تھہر میں
 جد ہر جائے وہ ہو ادھر سدا رہا
 سنی سب نے یہ گفتگوی عجیب
 وہ شور مچا جو اس طرح کرنے لگے
 اُٹرتے ہی پہونچے درِ قلعہ پر
 وہ پہونچے ہی تھے در پہ مقرر
 پھر کرین چمکتی ہیں کس چیز پر
 سوار آتے ہیں کچھ ادھر زرق برق
 صفائی میں آئینہ تیغ و تفنگ
 وہ بجلی سے کچھ کم چمکتی نہیں
 یکایک قریب آگئے وہ سوار
 ہوئی فوج قلعہ کو یہ آگہی
 بڑھی آتی ہے دم بدم بیشتر

مقابل ہو کوئی تو برسائیں تیر
 طفلہ ہوگی ہم کو میسر صندور
 تو جانے نہ دین ہم آئینہ
 رہے سدا اس پہ اپنی سپاہ
 کہتا اوس منار کے دادی قریب
 بچہ گھبرا کے فوراً اُترنے لگے
 کرین قلعہ بانوں کو تا یہ خبر
 نظر آئی کچھ روشنی دور
 ٹھہرتی نہیں اب تو مطلق نظر
 سراپا ہیں فولاد و آہن میں نق
 پھر اون پر شعاعوں کی شوخی کا رنگ
 وہ آنکھیں نہیں جو جھپکتی نہیں
 مقابل ہوئے پاسبان حصار
 کہ فوج عینان قریب آگئی
 پہونچتی ہے دم میں درِ قلعہ پر

سرِ سینہ پہلوسے اہل جنگ
 بہت دیر تک تیر برسا کئے
 ہوئے دونوں جانب کز کش تہی
 اڑے مرغِ جان کچھ پر تیر سے
 چلی تیغ تو پشتِ زمین پر رُکی
 جدائی سرو تن میں ہونے لگی
 نکالے ہوئے اپنی سوکھی زبان
 روانِ سوتھی جان کھونے لگی
 ادھر وار پر وار چلنے لگے
 سپر کو جو کاٹا تو سر پر گئی
 چلی المصاعف دمِ کارزار
 جو غصے میں اکرا بنے لگی
 شاید یہاں تک عدد کا نشان
 چمک کر چلی وہ شرارت بھری
 گری صورتِ مست و چہِ طرف

ہوئے وقفِ گزروسانِ خدنگ
 لگے آپ خنجر کو ترسا کئے
 ہوئی ختم بارش بھی ببار کی
 بہت پھل گرے شاخِ شمشیر سے
 جو اُس کو بھی کاٹا زمین پر رُکی
 لہو سوگِ دشمن میں ونے لگی
 چلی خون پیٹنے سوئے دشمنان
 لگا لے لے رک رک کے روئے لگی
 شرار میں گئے ٹخنہ سے ٹخنے لگے
 جو منہ پر چڑھا اسکو دو گئی
 کیا دو پیادوں کو راکبِ چار
 لہو منہ سے اتر اگلنے لگی
 ہوئی چشمِ جوہر سے خود خونِ نشان
 کسی وقت شعلہ کسی دم پر لگی
 ہوئی بہت جامِ قناص کی صف

چلی یہ تو منہ سب کے پھر نہ لگے
 ہوئی آئوہ جو پیتے پیتے لہو
 ہوئی محض یکا شمشیر تیز
 چٹا حق کی آواز آنے لگی
 پڑی جس پہ اک ضرب اہل کین
 ہوئے دست و پاس کے بختیا
 نہ عاج ہے جوشن نہ مان زہ
 اوہر کے ہزاروں ایل ارجبند
 بہت دیر بچہ حشر برپا رہا
 ہنیں ہوتی معلوم فتح و شکست
 اٹھا ہے یہ کیسا وہ گہرا غبار
 بہت غور سے دیکھتے ہیں مگر
 قریب آتے آتے ہوا کم غبار
 فیصلوں آتے تھے مین اک ہوشمند
 کہ اسے نو جوانان و مردان کا

شرم نخل ہستی کے گرنے لگے
 کئے قطع نخل حیاتِ حدود
 اُسٹھے گرز برپا ہوئی رستخیز
 سپر ہر طرف منہ کی کھائی لگی
 اسی جا ہوا گر کے نقش زمین
 گرے گرز زینے لے ایک بار
 سنان کھولتی ہر دلوں کی گرد
 کئے اہل و ثلث نے امیر کبر
 جو نیزے بھی ٹوٹے تو اب کیا رہا
 یہ مین اہل قلعہ بہت جیو دست
 مخاطب ہیں دونوں طرف سوار
 نہیں آتا جز تیرگی کچھ نظر
 نظر آئے اس مین علم بے شمار
 پکارا یکا یک بہ بانگِ بلند
 وہ آتی ہے فوجِ لعین ہوشیار

لعین ابن بلعون کا سن شکستہ نام
 صدا آئی برجون سیہ ابکی با
 خبر وار ٹھہر نہ میدانین
 متہین اس گھڑی ہر شیطانی
 ہوئے لغو زن وہ بلان جری
 بین مارین گے اور مرجائیں گے
 قریب آگئی اب وہ فوج لعین
 وہی تازہ دم لشکر نابکار
 گھرے ہر طرف سے یہ مروا جنگ
 اٹھاے ہیں دست دعا جنگ جو
 یہ معلوم ہوتا ہے سب اہل دین
 لوہر کا ہراول ہے کفر ان جنگ
 اگر غیر مطلوب ہو جان گی
 چونکہ کشمکشین یہ نہر پریان
 تو کیا ہے تراشا بلعون بھی

وہ مردود کیجا ہوئے پھر تمام
 کہ اسے پہلوانان عالی وقار
 نہین گھر گئے ان کی آن میں
 چلے آؤ اب قلعہ میں بے خطر
 کہ تاحشر یہہ تو نہ ہوگا کبھی
 نہ قلعہ میں پھر بھاگ کر جائیں گے
 ہوئے اہل و شخت اندوین
 ہوا حملہ آور یہین و یسار
 ہوا اہل و شپر بہت وقت تنگ
 کہ یارب ترے ہاتھ سے آبرو
 کوئی دم میں ہوں شمشیر کشین
 بڑھا اور کہنے لگا بید رنگ
 ہمارے حوالے کر دو شاہی
 پکارے کہ او مردک بد زبان
 نہین دیکھ سکتا سوے دیکھی

منارے پر اک شخص اندوگین
 ہوا دیکھ کر سوئے در بے قرار
 ہے استادہ جس پر یہ فیروز مند
 چکارا کوئی دور سے بید رنگ
 وہ بولا فضیلون یہ ہے جو سپاہ
 اشر کر چلے وہ نبرد آزما
 ابھی رستے ہی مین مین نیامدا
 چکارا وہ مین خان تقدیر جنگ
 کہ ہمراہ شاہنشاہ منقش
 یہ سکر دیران جنگی سوار
 پس پشت دشمن تہو یہ بل جنگ
 گئے تیری سمت اہل ملک
 ہوا فوج دشمن کا قتل عام
 اہل صحنی دوڑ دوڑ سرسری
 لعین تہن ملعون بھی مارا گیا

کھڑا ہے لگائے ہوئے دو مین
 مقرر ہے یہ پہلوان قلندہ وار
 ہے نام اس منار کا بخت بلند
 کہ تبلا تو کچھ خان تقدیر جنگ
 لگک کے لئے جا اسوقت آہ
 جو باہر تھے ان کا بڑھا حوصلہ
 اٹھا پشت فوج عدو سے غبار
 کرو عرصہ زلیست دشمن تنگ
 وہ آتا ہے میر سعادت ویر
 عدو پر گرے ٹوٹ کر برق آ
 ہوا حکم پر ساو تیر و تفنگ
 لعینوں ملتی بہنیں راہ تک
 کہ شتون کے پشتے لگے ہن نام
 کہ مین دوڑتے دوڑتے مر گئی
 وہ کفران کا سر اٹا گیا

تقاب کمان جاہن بشمار
 ہر دست بوس شہ منیطہ
 کہ ہو فتح سلطان کی ہمنان
 مجھے لائے جدم کیا تہا وزیر
 غم یار سے کچھ عجب غم میں تھا
 سنایا یہ فرمان منیر
 مقام طرب کی حفاظت کرو
 روانہ ہوا شان و شوکت کے ساتھ
 کیا فوج اشرار کو فی السقر
 مقام طرب میں وہ داخل ہوئے
 ہوئے محو عیش و طرب خاص عام

یہ دیکھا تو لی سب نے راؤ نواز
 ناخیزاب ہو کر پہاڑ و وزیر
 سران سپہ ہیں ستائش کمان
 یہ سن کر یہ بولائے منیطہ
 میں اس وقت دشت کی عالم میں تھا
 وہیں آگیا شوق سیر شیر
 خبردار اس میں نہ غفلت کرو
 اس وقت میر سعاد کے ساتھ
 پہنچ کر بفضل خدا وقت پر
 غرض سب مقاصد جو حال ہوئے
 مسرت کی گھر گھر ہوئی و ہر دم نام

حملہ ملعون

کہ ہو حسب خواہش مری طبع گرم
 تو پھر دیکھ میری طبیعت کا رنگ
 بڑے کی صورت ہو وہ بھی

پلا بادہ ساتی اٹھا رسم شرم
 دے جا مجھے جام تو بید رنگ
 مخالف ہوسستی میں جو روزگار

چھے غار میں گرگ دیو زو پلنگ
 دھکین چوٹیاں ریسے سر بسر
 کھلے پہل گنبدے کے وہ زرد
 وہ گل مہندی چھولی کھلے کلنگ
 وہ نیلم کے ساغرے گاسنی
 وہ گو بھی کسے پتے اڑنے لگے
 نارون میں کلیاں بھی گونگین
 بہی سنبھ امرود پکنے لگے
 وہ پک کر شیر خفے ہی سب کھل گئے
 لدی ہن درختوں میں نارنگیاں
 نہار می لگتے ہن کیا لال لال
 غضب عشق چاچ کا شاخوں میں
 تراشے ہن قدرت نے کیا بمثال
 وہ کچھ پھول سرون میں نے لگے
 کہیں چھوٹے چھوٹے وہ چھری پہ ل

کہ بدلا ہے قدر سو سم کارنگ
 کہ چاندی چڑائی ہے کہ ہمارے
 چلی آتی ہے کیا ہوا ستر و سفر
 چمکتا ہوا وہ نہارے کارنگ
 وہ سورج کی ہم شکل سورج کبھی
 بتاتے بھی دو چار پڑنے لگے
 وہ کیلون کی پھلیاں بھی گدگدین
 وہ شاخوں میں کوکے چمکنے لگے
 ٹپک پڑتے ہن جو زراں لگے
 پھٹی پڑتی ہن بوجھ ڈالیاں
 جڑے ہن زمرہ کی جھاڑوں میں لال
 وہ نازک وہ باریک پتی کی بیل
 کرن پھول یاقوت کو لال لال
 ذرا کہیت جو بن دکھا فرنگے
 کہیں اوڑے اوڑے وہ کسی پھول

نظر آتی ہر صبح ربِ انام
 ہو واجب اُراتی ہر جنگل کی ریت
 غمے کا چلتا نہیں زور و پیچ
 رضائی میں چھپ کر جو بیٹھیں کج
 تھا جن جن کو نازک مزاجی پلاف
 بغل میں کوئی دلبر گلہ نزار
 نہیں اور جاڑے کا چارہ کوئی
 ہم آغوش دلبر ہے جو شام سے
 وہ عاشق کہ جن کا نفس شعلہ بار
 گری برف ٹھہری جو ٹھنڈی ہوا
 دمِ صبح ہر زور سردی کا اور
 دہری ہیں وہ شیشونگی کٹر حسین
 پلاتا ہے بھر بھر کے ساتی ایام
 کوئی مست ہے کوئی مخمور ہے
 چلی زور سے کیا ہوا رات کو

زمرہ کی چھڑیوں پنہیم کی شام
 تو کیا لہلہاتے ہیں گہو نگہیت
 ہر سردی کے آگے دو لائی ہی بیچ
 گلہ بند سے پلٹے ہیں آج
 ہیں لا دھوئے وہ بھی بھاری لحاف
 کہ سردی میں ہر بسا سی کی بہا
 اسے روئی کھوتی ہے بس یاد دہی
 اسی کی گذرتی ہے آرام سے
 انھیں یار کی سرد مہری بار
 رگون میں لہو اب تو جنے لگا -
 جدہ دیکھو ہے چائے و قہو کا دور
 کسی میں برا بھلا نہیں شام میں
 ہوا آتش تر سے روشن دماغ
 کوئی نشہ محسوس میں چور ہے
 قیامت کا پالا پڑا رات کو

دوشابے دکھاتے ہیں کیا کیا بہا
 جو کہتے تھے اپنی کو آتش مزاج
 گھبرے تھے جو گرمی کا اندھیرین
 وہ گل جن دھلکے کی ملل تھی بار
 قبا تھی گران جن پہ تنزیب کی
 کہیں کمرے میں تاپتی ہیں حسین
 وہ رنگین کپڑے چمکتے ہوئے
 نہیں بجاتی مطلق درختوں کی جھاڑ
 نہیں چھینٹ سہی خالی کوئی دکان
 نیراکت بھری لکھنؤ کی وہ فرد
 غرض سب کے لب پر ہر سوزی کا ذکر
 فقیر انہی کٹل میں بیٹھا ہر مست
 روائے نگارین ہر لطف مجیب
 جو مجھ ہے سینہ تو دم شعلہ بیا
 لگائے ہوئے سوز دل کا الاؤ

کوئی شال اوڑھے کوئی جامدہ ا
 چڑھا کر ہیں دستاں تھون آج
 پڑے پائتا بون کے اب پھیر میں
 نہیں آج کٹل سے بھی ان کو عا
 پہنتے ہیں اب کوٹ۔ چکن ہی
 کوئی ہاتھ ہی سنیکتا ہر کہیں
 انگلیٹھی میں کوئے دہکتے ہوئے
 ہو امین ٹھٹھرتے ہیں اب ہاتھ پاؤں
 اترتے ہیں بات پھلوں کے تھان
 کہیں سرخ و سبز اور کہیں ہر درزرد
 مگر فضل حق سیہان کیا ہر فکر
 پیالے چڑھاتا ہے جام الست
 رضائی کی جا ہے رضا حبیب
 ہیں انکارے دراع غم عشق یا
 فقیر اپنی موچوں کو دیتا ہے تاؤ

قریب آٹھ بجنے کے پہونچے مگر
 یہ معلوم ہونا ہے۔ یہ وقتِ شام
 یہہ لوچٹ گیا ان کی آن میں
 نظر آتے ہیں جتنے تالابِ خام
 میسر نہیں یہہ بھی کپڑا اگر
 وہ پانی پہ کالی بھی جمنے لگی
 وہ ندی کا زرون پہ بہنا نہیں
 سون۔ چلتے لہ کے پتھر سبز
 کنگ اور سُرخاب باندھو قطا
 کنارِ کناری وہ بگلوں کی صف
 برابر جو بیٹھے صفین باندھ کر
 پئے سیراب لوگ جانے لگے
 یکایک اُٹھا دشت سر وہ غبا
 ذری ذری گزری ہر اس کو بھی
 یہہ دیکھا جو سب نے تو پھر زود تر

ابھی تک نہیں آتا سوج نظر
 قیامت کا چھایا ہے کہہ تمام
 نکلنے لگے لوگ میدان میں
 وہ اوڑھے ہیں کھنٹی کی چادر
 سنگھاڑوں کے ستون ڈھاکھی ہیں
 وہ کچھ دھار دریا کی تھمنے لگی
 وہ پانی بھی جھیلوں کا سیلا نہیں
 چلے آئے کہسار کو چھوڑ کر
 ایک کے جھیلوں پہ وہ ہشیا
 حوالِ مولے بطین۔ ہر طرف
 کچھین جدولین صفحہ آب پر
 شکاری بھی جھیلوں پہ آؤں گے
 ہوئے لوگ حیرت زدہ ایکبا
 نظر آئی کچھ فوج اشعار کی
 چلے جانبِ شمسب چھوڑ کر

پہنچتے ہی قلعے میں برناؤ پیر
 سُنی اُس نے جہدِ یہ اُرتی خبر
 دعا دی کہ اس شاہِ فرخندہ
 سنا ہے کوئی لشکرِ جنگ جو
 یہ معلوم ہوتا ہے ملعون شاہ
 سنایہ تو وہ شاہِ فیروز جب
 لعین اور کفرانِ جہاں بہم
 نہ تھا تو بھی قلعہ میں خوش صفا
 اب اس وقت جو مصلحت تیری
 کہا اُس نے اسے سرورِ سوران
 جو آتے ہیں آئے انہیں کیجئے
 ہنیں تو یہ خدشہ رہے گا دم
 ترود نہ زخماں کچھ کیجئے
 کہ سرکردہ فوجِ شیخِ جلال
 ہے اک اور تدبیر جسے حضور

گئے پیش میں سعادت وزیر
 تو پہنچا حضور شاہِ داد گر
 رہے تا ابد تیرا دیہیم و
 ہے گہیری ہوئے شہر کو چارو
 خود آیا ادھر لے کے اپنی سپاہ
 ہوا یوں سخنِ سنج از رویِ قہر
 تھے اُس وقت صحرِ آجوش میں
 مگر کھلی اللہ نے اپنی بات
 اُسی کو سمجھہ عینِ مضی مری
 ہے قلعے میں اب لشکرِ بیکران
 ابھی سے نہ غم و غای کیجئے
 پڑے روزاکِ جنگ تازہ کام
 مگر حکم اس وقت یہہہ دیکجئے
 رہے ہر دم آمادہ بہرِ جدال
 نہ باقی رہے کوئی اہلِ غرور

بزمین بجاہ دست کرتی ہوئی
 کبھی تو ہوا گنگوٹیاں گنگوٹیاں
 کرے چاروں بجاہ دست
 طالعیت ہوا کہ راہ میں
 غضب کی دھان آگے شعلہ
 غرض راٹھری مناسب ہی
 کہا شاہ نے پچھو یہ دستور
 جدائی ہو گواہ کی مٹا ہوئی
 مقام طرب میں خدا کی قسم
 یہی بی میں آتا ہوا اب وزیر
 تجھے سوئے جاؤں یہ ملک پنا
 سنا یہ تو بولا وہ دانا وزیر
 ابھی آپ بندہ اسی جا رہا
 خدا چاہے تو جلد کیسے ہو جنگ
 کمر بستہ بھر اطاعت تمام

اٹھیں کر لیں حلقہ میں سوان
 ابھی سہ پہر خفیہ رہی بندوبست
 نہ باقی رہا ایک بھی کینہ خواہ
 جو بجا گین گرین سب سہی جاہ میں
 اسی میں جلیں خوب یہ ہرین
 کسی کو نہ اس کی ہوئی آگہی
 کہ واقف ہو تو دروہل مر
 مگر وہ مصیبت کے بہتر ہوئیں
 بہین چہن دل کو کہ کوئی دم
 روانہ ہوں میں سو مہر منیر
 رہے رات دن تو بعد غور و جا
 کہ کچھ یا وہ ہے حکم مہر منیر
 جدائی کا غم اور کچھ دن سہین
 روانہ ہوں پھر اب اوپر ہر جنگ
 حضور میں حاضر رہی یہ غلام

مجھے عشق ہر آپ کے نام سے
 رہا ساتھ صحرا و دشت میں بے
 چلین و دونوں سکو ویاہر
 اجازت وہاں تم گالیجے
 کہ بے اذن جانا بھی شہوار ہے
 کہ مہنی تھی حکمت پہ راؤ زہر
 یہ کہ کی صفحہ غم پہ شرح فرما

غرض کیا مجھے عیش و آرام سے
 نہ چھوڑی رفاقت کبھی آپ کی
 فراغت جو اس جنگ سے ہوسب
 جو یہ عزم ہے پہلے یہ کیجئے
 اوہر کی طلب پہلے رکا رہے
 بچہ سُن کر ہوا خوش شہ پہ
 اٹھا کروہن خامہ اشتیاق

استغاثت

گلستانِ زخمِ بگر کی بہار
 سماتا نہیں اب مگر دل میں شوق
 تمہارے گلے ملنے کا اشتیاق
 کہ مٹی میں اُمید مل جا بس
 کہان تک ہوں تجھ سے مشتاق
 تم اگر گلے سے لگا لو مجھے
 ہوا اپنے دامن کی دوا کے تم

مری روح و سفاکِ نگینِ خدا
 رخِ رشکِ گل کا ہر دست سے دُور
 یہ رنگِ طبیعت یہ جوشِ فراق
 کہیں اور ہی گل کھلائے نہ اب
 کہان تک ٹھاؤ نہیں یہ بارِ غم
 سین ہوں جان کنی میں کالوچو
 کئے گرمی عشق نے ہوشِ گم

کہ یہ تم میرے گہر جو آنا قبول
 نہیں اب تحمل کا یا سامنے
 گئی جان جہدم تم آئے تو کیا
 جوانی کو کہتے ہیں اہل متین
 ملو اس جوانی میں تم امیر علیل
 میرے مری جانے سے خوش ہو کر
 بلا سے میں جی گزر جاؤں گا
 بلا سے تمہاری جیون یا مروں
 اٹھائے وہ صدے کہ گہر گیا
 بنے جس طرح اب بلاؤں بنے
 اگر میرے ملنے سے ہو تم کو عا
 دعا ہے یہی خالق ذوالجلال
 میرے بعد پھر تم کو نفرت کہاں
 نہیں ہرج و مرج میرے بغیر
 جو تم سا بنانا مجھے کردگار

لٹاؤں میں کیا کیا تمنا کر چوں
 تمہاری جدائی نے مارا مجھے
 میرے بعد تشریف لاؤ کیا
 بہار گلستان عمر عزیز
 یہ دن اور راتیں کہاں پہنچیں
 تو پھر کیا ضرورت نہ لو کچھ خبر
 کسی کو مگر خوش تو کر جاؤں گا
 مگر تم کو ناراض میں کیوں کروں
 لیون پر دم مضطرب آگیا
 رہا آدم و شد بتاؤں مجھے
 کسی کو کسی پر ہے کیا اختیار
 عدو پر نڈالے محبت کا جال
 یہ ہر وقت کا رنج و زحمت کہاں
 مبارک تمہیں باغِ بہار کی سیر
 تو پھر کیا تمہیں تھے مری دوست

تھارے سوا کون ہے اب شفیق
 مرے حال کی ہر تہمین اب خبر
 مقامِ طرب سے نکالو انھیں
 مری خستیاں جو ہوتی اہل
 کرد تم وہی جس میں تم خوش ہو یا
 ہیں جب تک کہ گلشن میں باد ہوا
 رہو چلتے پھر در گلستان میں تم
 کہی شوقِ سردی کے نایت بات

مرے غم کا ساتھی الم کا رفیق
 کرو دشمنوں سے نہ اب اور گد
 طلسمِ مصیبت میں ڈالو انھیں
 تو اب تک نہ ہوتا یہ رُؤ و بدل
 دعا پرین کرتا ہوں اب اختصار
 ہیں جب تک خرامان کی کیک بند
 سلامت رہو باغِ اسکان میں تم
 پھر آنا انھیں پاؤں اب خوش صفا

تائید و نصرت

پلا سا قیاساً غلطفِ یار
 پلائے قیوداتِ سردیِ نجات
 گھبراہوں میں ابنوہِ ادھم
 قریب آتی جاتی ہے اب دو پھر
 صد استیون سے نکلنے لگی
 قریب آگئی وہ درخت کی چھاؤں

کہ ہو یا تائیدِ پروردگار
 کہ قائم رہوں صورتِ محضِ ذات
 و کما حکمِ نفرتِ خطِ جامِ مین
 پگھلنے لگی برفِ کہسار پر
 ہوا بھی دُری تیر چلنے لگی
 ہوئے خوبابو میں اب تیر پاؤں

پانی سے پھرتے لگے جانور
 رہ رہ کر بجلی دکھانے لگی
 بہت صاف گوسہ پہن
 رختوں پہ بیٹھے ہیں کچھ دور
 بہن اور چستل نکلنے لگے
 ہوئے آبِ شیریں جو بہرہ ور
 جو شکر کون پہ مزدور تھے جا بجا
 بارہ سب کو خبر ہو گئی
 مگر وہ پڑے ہیں جو میدان میں
 چاک ایک یہہ بطل جنگی کجا
 کئی روز نقارے بجتے رہے
 رہیں تین دن یونہی طیاران
 ہوئے کہ میں میری عادت غیر
 اسی وہ دانستہ خاموش ہے
 دہر جتنے افسر تھے سب آئے

وہ پانی پہ گرنے لگے جانور
 نظر پانی پر تلمسلائے لگی
 وہ منڈلا رہے ہیں گر کچھ غن
 وہ اڑتے ہیں تالون پہ بھی کچھ طیور
 وہ پی پی کے پانی اچھنے لگے
 تو کیا کیا کلیلون پہ ہیں جانور
 وہ تکتے رہے سایہ اشجار کا
 کہ فرصت ملی دو پھر ہو گئی
 ہیں ڈوبے لڑائی کو سامان میں
 کچھ چارون میں کیا گونج اٹھی صدا
 ترائی میں بادل گر جتے رہے
 فراہم ہوا شکر بیکران
 کہ شاید ابھی اور آئیں شیر
 مگر شاہ ملعون کو جوش ہے
 وہ قلعہ کی چارون طرف چھا

بڑے ہر گز جنگ اور آغا ہوا
 پکارا یہ ملعون از رو عین
 کرو کو ششین آج میدان میں
 ادھر سے حکم شہ با خدا
 جو یہ دونوں لشکر صف آرا ہو
 ہوئی جنگ مغلوبہ وقت شام
 یونہی جنگ مغلوبہ ہوتی رہی
 کٹے تین دن اور اسی نگ سے
 اٹھا ہے وہ میر سعادت دیر
 وہ ملعون مرد و درت جلیل
 اگر حکم پامین لب شاہ سے
 ابھی چاشت ہے اور آغاز جنگ
 جو لڑتی ہر اس وقت فوج تسلیل
 ہٹیں گے جو یہ مار کھاتے ہوئے
 جو ہو جائیں کیجا وہ مانند فوج

غضب خان جو میں اس لڑیا
 ہے لینا مجھ انتقام لعین
 کرو قتل ان سب کو اگر ان میں
 بڑے میر تسلیم و تیغ الرضا
 بہم نارا اور نور یک جا ہو
 نہ نکلا مگر اس لڑائی سے کام
 اجل نخت ملعون کو روتی رہی
 زریقین گھبرا گئے جنگ سے
 یہ کہتا ہے اسے خسرو منظر
 سمجھتا ہے یہ یہ جماعت قلیل
 نکل آئیں فوجیں کین گاہ سے
 پہنچ جائیں گے دن و صلی بیدار
 چلی آئی مٹی ہوئی تا فیصل
 چلے آئیں گروہ و با تے ہوئے
 نکل کر اٹھیں گھیرے اپنی فوج

اسیم جب کیم شہ نامور
 گھیرے جس گھڑی وہ کمال زبون
 ملے جب یہہ و دشکریشما
 کسی کو نہ باقی رہا تن کا ہوش
 کہ اتنے میں اک لشکر بے حساب
 ہوا اہل قلعہ کا اگر معین
 بڑھے یہہ جو باگین اٹھا کر ہوئے
 ریا اور کبر و غلبہ
 جو ناری لڑائی سے زندہ بچے
 گرے اس میں جو بول دروناک
 نشان بھی ملا پھر نہ بدخواہ کا
 مگر شاہ کو ہے یہہ حیرت کمال

یہہ پہونچا دی مغیر نے سب کے خبر
 نظر آئے سور و تلخ سے فزون
 زمین پر قیامت ہوئی آشکار
 مگر فوج نلعون ہوئی سخت کوش
 کہ چہرون پہ ڈالے ہوئے نقاب
 یہہ دیکھا تو خائف ہو کر اہل کین
 تو بھاگے وہ سب دم و باہوئے
 ہوئے ساتھ نلعون کی فانی سب
 طلسم مصیبت میں جا کر گرے
 وہیں ہو گئیں ہڈیاں جل کر خاک
 فقط رہ گیا نام اللہ کا
 کہ لے کہاں یہ قدسی خصال

طریقت

چھکا دے راہی ساقی ذوق فزون
 نہ چھوٹا کبھی جام سے آج تک

کہ سخن الی ربنا را غنیوں
 کہ صحبت و آئیت خیر امتک

دے جا تو ساغر کہ تیرے بغیر
 دھلاؤں سنہری ہوئی سطح آب
 دکھاتے ہیں چوٹی وہ زترین کھجور
 چلے سوئے مے خانہ آزاد رند
 شاعروں کے ٹیلوں پہ ہیں کچھ نشان
 وہ مزدور سر کو سج آنے لگے
 کچھ اس رخ پر وہ وہ افلاک پر
 وہ جو لکھ ابرہین دور تک
 شفق پہول کر یہ ہوئی خون نشان
 ہوا ہر طرف اک سکوت آشکا
 جو تھوڑی سی آتی تھی بدلی نظر
 ہوا جھٹ پٹا وقت بدلا سمان
 ہنیں بدلیوں میں بھی ابے چمک
 فلک روشنی دیکھی کھونے لگا
 اور خست اپنے چہرے چھپا دے لگے

ہے دیرانہ مجھ کو حرم ہو کہ دیر
 پہاڑوں میں چھپنے لگا آفتاب
 گیا جھاگ کر سایہ ٹاؤن کا دور
 لگے ڈھونڈتے آشیانے پرند
 چلے گاؤں کو لے کر گلے شبان
 سہرا کو مسافر بھی جانے لگے
 ہنیں آفتاب زرد سورج نظر
 ہر آن میں بھی یا قوت کی ہی
 بنا عرصہ قت لکھ آسمان
 ہوا کم ہوئی ٹھہری دریا کی دنا
 وہ سونے کا پتھر بنی سرسبز
 لگا کھولنے جمہ شب آسمان
 بنا گنبد سنگ موتے فلک
 اندھیرا سا باغون میں ہو لگا
 بخارات و دیا پہ چھپانے لگے

اندھیرا ہوا خوب ہر راہ میں
 اتر کر سوار سی وہ اک جوان
 قریب آ کے اُس نے اٹھائی نقاب
 ارے یہ تو ہی شوق شہ کاشیر
 یہ فرمایا شہ نے کہ اسے غلکار
 کہا اس نے دو شخص سردار ہیں
 میں سب ان کے محکم نیرنگ و نگ
 کہا کیوں یہ ڈالے ہیں منہ پر نقاب
 گیا شوق یہ کہہ کے کہسار کو
 کیا لے کے شہان کو خلوت میں ساتھ
 اٹ کر نقاب ان کے دُھارے
 کہا شوق ہی کہیے اے غلکار
 وہ بولا کہ ہیں راج پر اب نصیب
 گیا لے کے جن دم میں نامہ مان
 بہت غور سے لے کے نامہ پڑا

جلین بشعلین شکر شاہ میں
 پیادہ ہوا سوئے قلعہ روان
 تو بولا وزیر الممالک شتاب
 وہ نہو چا حضور شہ منقطع
 یہ ہیں کون مردانِ حمت شہ
 جہاتِ ملکی کے محتار ہیں
 یہ ہیں نصرۃ الدولہ تائید جنگ
 کہا ہے یہ نامہ میں ہے حجاب
 بلالایا ہر ایک سردار کو
 بٹھایا پکڑ کر محبت سے ہاتھ
 ملایا وزیر و مہنسا دار سے
 بیان کر جو لایا ہو پیغام یار
 کہ طالب ہی خود اس کا و جلیب
 ہوا مہر مجہد پر بہت مہربان
 بلا کر پھر ان افسروں کے کہ

اسی وقت مع انپر لشکر کے سب
 یہ کہنے لگا مجھ سے وہ عرشِ حاء
 اسی راہ سے اس کو لانا ادھر
 یہ کہنا تو اس سر کہ سب چھوڑ کر
 جسے چاہتے ہیں بلاترہیں ہم
 یہ بے اسکو دینا تو لوحِ یقین
 مقامِ اول اسکا ہی بابِ مجاز
 ہدایت کرے لوح جس بات کی
 جو او سی حیرت کی حد آدگی
 نہ دیکھے گا کوئی تو اپنے سوا
 وہاں جو گذر لگا ہے دشت ہو
 جو کچھ حق ہے دیکھے گا تو بس وہاں
 وہاں سے ہی آگے ہی سرزمین
 یہاں تیری نظروں میں ہے لقا
 بس اک عالمِ قدس ہو گیا یہاں

روانہ ہو سوئے مقامِ حاء
 یہاں آنے کی ایک قریب راہ
 کہ ہو منزلوں کی اسے حسب
 ادھر آ طلسمِ خودی توڑ کر
 نظر کر وہ اپنا بناتے سن ہم
 پتا دے گی منزل کا یہ سب کہیں
 یہ کہنا کھلے گا وہاں علمِ راز
 وہاں تجھ کو انب ہو کر نا دہی
 تو یہ لوحِ آئینہ بن جائیگی
 انا الحق کی ہرست ہو گی صدا
 نظر آئے گا ایک ہی چار سو
 نہ ہو گا کوئی واسطہ درمیان
 ملیں گے جہاں پہلو تجھ سے ملین
 رہے گا نہ کوئی ہمارے سوا
 نقد و نہ تمسیر کا کچھ نشان

ہنن منہل عشق میں نظام
 نہ شیطان کچھ نہ طاعت کچھ
 نہ چہرہ کچھ نہ کچھ اختیار
 نہ ہی کفر کچھ نہ اسلام کچھ
 نہ ترتیب کچھ نہ کچھ اختلاف
 دینی کی کسی جاسمانی ہنن
 نہ اقرار نہ کچھ نہ انکار نہ
 نہ میں ہوں نہ تو ہوں نہ ہر حال
 تری اس میں تعلیم منظور ہے
 ایک دامن سے کہیں پیشتر
 ہنن منہل شخص کو یہ مقام
 جسے چاہیں کہتے ہیں ہم اس سے
 جس کی ہم اس میں ہدایت کریں
 روانہ کئے دو وزیر اس لئے
 کہین گئے اب تک نہ بھکھو جدا

ہنن دکھلانے پر تھمے کو سار مقام
 نہ دوزخ یہاں نہ جنت ہی کچھ
 نہ ہی کفر ہے جو کہ ہے غیر یار
 نہ زنا کچھ ہے نہ اجرام کچھ
 ہے افساد ہی مطلع عشق صاف
 یہاں غیر سے آشنائی نہیں
 جد ہر دیکھنے یار ہی یار ہے
 مگر اسے نظر کردہ ذوالجلال
 ہنن تو رہ قدس کیا دور ہے
 سرے ساتھ ہوتا تو شیر و شکر
 کہ اس شان کا خاص جہت ہی نام
 کہ یہ سب ہے اپنی عنایت کا ہیل
 وہ کہا یا کرے تا ابد ٹھوکرین
 کہ لے آئیں یہ تھکھو آرام سے
 جو وعدہ کیا ہے کریں گے وفا

نایبہ تو وہ عاشقِ منتظر
دہان جتنے قلعے فلکِ قدر
مقرر کئے اپنے نایب و بان
شاخوانِ ربِ یگانہ ہوئے

اٹھا صاحبِ فرمانِ مستر
حوالے کئے خانِ تقدیر
سحر ہوتے ہی ہو گئے سب ان
سوئے قدسِ پانچونِ روانہ

عزمِ ظہم

چلے سا قیاد و رگم ہوں جو اس
اٹھا جامِ زرینِ پلاہد رنگ
دھلے زعفرانی شرابِ نیا
وہ موراے آہون پہ ہی کیا سما
دکھاتے ہیں دو چار پھولِ ببول
ہے اس زرد چادر میں اتنا اثر
یو یا کس نے یہ آبِ زربقیاس
بیمہ زربفت اور کاہِ انی کا کام
بیمہ مستی دکھائی ہی ہر پھول نے
نظرِ طرفہ تر رنگ لانے لگی

کہ جو بن دکھائے بسنتی لباس
کہ عاشق کو حصے میں ہر زورنگ
کہ سستی میں کھولون میں رازِ حجاب
چمکتی ہیں کچھراج کی کلغیان
ہیں پردہ رنگ چھوئے سون کے پہول
اُدھر جا کے آتی نہیں پھر نظر
کہ بہرہیت کا ہے بسنتی لباس
کیا کس نے نخل پہ یکسان تمام
کہ آنکھوں میں سر سون لگی پہول
ہتیلی پہ سر سون جاسنے لگی

چلی لہٹنے رنگ عشاق کو
 طبیعت جو یہ لطف اٹھا لگی
 سنہری ہوئی سن کی کپی چلی
 گلے میں کھجور و کج وہ چسپی
 وہ چھو لاکھ غیرت ز غفران
 سنہری امیل کی نتھہ بول
 چمکتے ہیں گوندی کے پھل دور
 چمک میں وہ سینکونکی ہر کیا ہوا
 وہ ہلٹی ہر سر سے کی سوکھی چلی
 جو بندے ہیں کچھراج کے زبیر
 مسٹر کی وہ چلیاں جو پتی تین سب
 وہ کیا کیا چکشی ہر کمر کھ کی پھانک
 وہ لیمون جو تھے کاغذی سبز تر
 پیار سی کسوخی سہے جو سامنے
 وہ پہنے ہیں سو کی بھی ڈالیاں
 وہ سو جھی نہ سو جھے جو قراق کو
 رتیبون پہ زردی سچی چھالکی
 چھڑے اور چھاگل بجانے لگی
 پنچائی مے موسم نے چمپا کلی
 بنا رشک کشمیر ہندوستان
 وہ پہنے ہر اور کیل ہے زرد پھول
 کہ یہ قدرتی زرد موتی پھلے
 کہ قدرت نے کھینچے ہیں سو کر مار
 لٹکتی ہر سونے کی یاچ پٹری
 دکھائی ہیں سونے کو جگنو کنیر
 بوڑز کو کوشن ایندین کس نے آب
 بٹھائی ہر قدرت گنڈن کی ڈانک
 لٹکتے ہیں اب جن کے تعویذ زور
 بلاق اسکو سو فی کے کس نے دیر
 سنہری امیل کی بالیاں

چلی لہٹنے رنگ عشاق کو
 طبیعت جو یہ لطف اٹھا لگی
 سنہری ہوئی سن کی کپی چلی
 گلے میں کھجور و کج وہ چسپی
 وہ چھو لاکھ غیرت ز غفران
 سنہری امیل کی نتھہ بول
 چمکتے ہیں گوندی کے پھل دور
 چمک میں وہ سینکونکی ہر کیا ہوا
 وہ ہلٹی ہر سر سے کی سوکھی چلی
 جو بندے ہیں کچھراج کے زبیر
 مسٹر کی وہ چلیاں جو پتی تین سب
 وہ کیا کیا چکشی ہر کمر کھ کی پھانک
 وہ لیمون جو تھے کاغذی سبز تر
 پیار سی کسوخی سہے جو سامنے
 وہ پہنے ہیں سو کی بھی ڈالیاں

وہ گیسند کی شاخیں جو تہین بن کر
 ہوئی زرد پک کر چلی سیم کی
 خزان بھی ہر گویا بعض اشجار کی
 وہ چمپا کہ خجالت وہ لا جورد
 اٹھائے ہوئے ہاتھ سونگھی
 ہوئی الفت ایسی سے مہر کی
 جو داؤدی کے زرد و غنچے کھلے
 وہ پہنے ہوئے سبز پتے کہین
 ہری گودھ کیلے کی تھی جو ادھر
 لئے جامِ زرین بعد آبِ تاب
 پیٹے کو۔ امرد کو۔ شکل ورد
 ستہری جو گوبھی میں پھول آ رہی ہیں
 چھٹک کر زبرد کر گوندوں پہ ہر
 وہ پھولوں پہ ہر سمت چھایا بہت
 عجب بہت خوشبو ہر مور و کی آن

ہیں لٹکے گندک چھکے تمام
 چمکتی ہیں کیا جلیساں چمپی
 وہ ملتے ہیں پتے شہرا بھی
 ملا کیا ہی جھومرا سے زرد زرد
 دکھاتی ہے سوئی وہ آرسی
 کہ بڑھ بڑھ کر گندن کی گنگن بنی
 کرن پھول ان کو کہاں سے ملے
 گل اشرفی کی جمال حسین
 بنی جھاڑ پھساج کا سر بر
 وہ کیا زرد زرد آج پھولا گلاب
 دے گیسند کس شوخ زرد زرد
 کٹوری یہ سوئے کے اوندھائی ہیں
 اٹھایا ہے بسین کا کس خمیر
 وہ بلبل بھی گاتے ہیں کیا کیا
 کہ پر ہنیر گاروں کا بلا مزاج

درخون گدہ اُتری آتی ہے وہ پ
 پڑا زرد کرنون کا عکس آب میں
 جوا لقی میں مرغابیان کچھ اُدھر
 نے جاتے ہیں آج اہل عقول
 بستی تریہ جامہ ہر بشر
 ہے مشوق یا ضا دور ہے
 نہ کیوں اتنی زردی یہ ہو عقل
 اگر دم محبت کا بھرتا ہوا
 لے ہے کسی کی محبت میں جوگ
 غضب ہوگا اُس کا رخ دلپذیر
 رہ کُندن سا چہرہ دکھتا ہوا
 بسنتی فقط ایک تہ بند پاس
 رفیق اُس کے کیا کیا محبت شمار
 مزاج اُدسا ہر دم سنبھالی ہو
 جبین عیان قریش ہنشی

زمین پر بھی سونا چڑھاتی ہے وہ پ
 ہوا زرد پانی بھی تالاب میں
 اڑاتی ہیں سیلوہ ہر تال پر
 کوئی زعفران کوئی شبنم کوئی پہون
 کہ ہلدی بھی شرماتی ہے دیکھ کر
 جسے دیکھتے زرد ہی زرد ہے
 یہ چھایا ہے اڑاڑ کے عاشق کا رنگ
 وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا
 وہ سننا ہی بس جو گیا اور بروگ
 ہے پروانہ جس شمع کا مینے طیر
 وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا
 سجیلے بدن پر غضب کا لباس
 حسین و طرحد اعرالی وقار
 وہ سانپ آستینوں میں پکا ہوا
 فقیری میں بھی صولتِ خدائی

بھرا پاک دل میں کسی کا نیاز
یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر
جو چلتا ہے وہ نو گرفتار غم
چلا اس اداستہ وہ شاہ چگل
جو کہتا ہے کوئی کرم کیجئے
تو کہتا ہے وہ ہنس کر اوجھل
کھلا اس پہ ایسا بسنتی لبکا
اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا
بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے
زمانہ کل اُس کا بروگی بنا

پراس پر بھی ہر خطہ سرگرم ناز
ہو از لطف جانان کا تازہ اسیر
اٹھاتا ہے کس ناز کی سر قدم
کہ بس پسینے الے دو عالم کر دل
ذرا دیر سائے میں ہم لیجئے
جے گا یہ آسن وریار پر
کہ سورج ہوا دیکھ کر بدحواس
اُسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا
بہت نام ہی سُن کر عاشق ہوئے
خدا جانے یہ کون جوگی بنا

باب غفلت

پلا سا قیاسا غریب نشان
کہان کی حیا اور کیسا عجب
پلا دے مئے وصل کے خم کو خم
شفق نے جو چھڑکا فلک پر شہنا

دکھا مجھ کو گشتہ میں سیر حیا
دے جاتو بھر بھر کے جام شہنا
کہ ہوں ذوقِ مستی میں یہ ہوش کم
اٹھا خون میں ڈوب کر آفتاب

اشریف کا صبح کھونے لگی
 سحر مل کے غارہ ہوئی خندہ زن
 ہوا جاوہ پیمیا شہ پہ طیر
 بلا گرد و اقبال فیروز مند
 وہ شاہ زمانہ اسی شان سے
 زطر آریادہ ایک باب بلند
 یہ کیسی عمارت ہے کیا نام ہے
 وہ بولے کہ ہے کوئی شہر حجاز
 کہا کس کتبے زیر فرمان یہ شہر
 کہ اس کا بھی حاکم ہے مہر
 وہاں کا ہے کچھ اور بی انتظام
 کہا شہ نے دیکھوں گا میں بھی اسے
 کہ ہر شاہ راہ محبت قریب
 نہ زخار جا میں اوہر کو حضور
 وہ اک راہ بہت دور و تاریک تہ

تجلی رخ معرود ہونے لگی
 لگی ہوئے شہن زعفرانی کرن
 جلو میں وہی اسکے چارون شیر
 لگائے ہوئی خیر بخت بلند
 چلا جا رہا ہے عجب آن سے
 رفیقوں سے بولا وہ اقبال
 بھلا اس کا جہنل میں کیا کام ہے
 اسی کا ہی یہ باب غلت تاب
 ہوئے حرف زن یونہی فیروز
 پر اسے عاشق صادق بی نظیر
 نہیں منتر عشق سے اس کو کام
 یہ سن کر یہ کی عرض صحاب نے
 اوہر جانے سے ہوگی رحمت نصیب
 کہ پھیلا اس طرف سے پڑ گا ضرور
 بہت کم نکلتے ہیں اس سے بشر

کہا شاہ نے یہ مرے دل میں ہے	کہ سب کیہوں جو پہلی منزل میں
یہ کہہ کر چلا سو شہر حجاب	بڑ ہے آگے یا رانِ حکمت آب
ادھر کے ارادے جو کامل ہوئے	وہ سب بابِ غفلت میں داخل ہوئے
نظر کی جو پھر کرا دہرا دہرا دہرا	تو اک دوسرے کو نہ آیا نظر
جو پیش آنی راہ اُمید و ہراس	پریشان ہو پاچون شکلِ حواس
چلا شوق پر سو مہرِ منیر	یہ سمجھا لے گا دہین منہ ظہیر

حیلہ

اٹھا سا قیا جامِ مہبائے ناب	کہاں تک پھر دُنِ شتِ غمِ حینِ آ
پلا سا غرِ عشق وہ ہمیشہ سال	کہ ٹپکے نگا ہوں رنگِ جلال
بنا نشترے کو و جھیرے سرور	ہے دنیا میں درکارِ حیلہ ضرور
گیا شمس جو تابہ نصف النہار	بنی سطحِ بحر روانِ شعلہ زار
ہوئے دہو پے گرم دشتِ خیال	دکھانے لگا مہرِ تابانِ جلال
صف آرا شعاعوں کا لشکر ہوا	درخون کا سایہ برابر ہوا *
سُنو حال اب شاہِ آفاق کا	بڑا حوصلہ حشیمِ شتاق کا
چلا جا رہا ہے اٹھائے قدم	ہنیں کچھ رنقیوں کو چھپے کا غم

گیا ہو گا کچھ دور شاہِ جہان
 وہ صوابیہ انہول و خوفِ خطر
 نہ پانی کہ تازہ ہو جانِ خرینہ
 نہ جانے کار سہ نہ جا قیام
 تھکا جوہِ شاہنشہ نامدار
 نظر آئی جو شکلِ حیا رگی
 کہ اتنے میں مانندِ نخل کہن
 وہ غولِ بیابان سے دیکھ کر
 پڑا کھول کر منہ سوئے پادشاہ
 جلالِ محبت اثر کر گیا
 گرا ہو کے بے خود وہین خاک
 زناہ و ترشہم ز راہِ کرم
 اسے ہوش آیا تو پروانہ وار
 بچر مارا سے دوش پر ناگہان
 کیا ہے ذری وورہ بادِ فنا

کیا یک ملا دشتِ مازندران
 کفِ دست میدانِ آیانِ نظر
 نہ سایہ کہ دم لے مسافر کہن
 جدہر دیکھو سنسانِ جگلِ تمام
 ہو آستگی سے بہت بوقرار
 زمین پر گیا بیٹھ کر کیا رگی
 دکھائی دیا شبہ کو اکاہِ سن
 یہ سب جہادِ یاقوت نے حلو کر
 مگر ملتے ہی اس خریجِ گاہ
 وہ ہستی سے اپنی سفر کر گیا
 یہ دیکھا تو اٹھا شبہ وادگر
 کیا پڑھ کے اس وقت کچھ سہم
 ہوا اس حیرتِ کرم پشمار
 ہوا دشتِ سحرِ شکلِ مصرِ روان
 کہ دیوون کا لشکر نمایان ہوا

سپاہ ہوئے سبائے دیکھ کر
 کہ بیشک یہ دیوؤں کا سردار ہے
 بہت کام نکلیں گے اس سے یہاں
 کہ اُس دیو نے اُن کی آگ میں
 ہوا گرم سامانِ شیش و نشاط
 کہا شہ نے تو کون ہے کیا ہر نام
 میں ہوں دیو حیلہ مرا نام ہے
 میں جتنے یہ با شندہ دیو سا
 مرے زیر فرمان ہیں آشاہ و
 یہاں کوہ پیکر ہی رہتی ہیں سب
 گیا تھا سوئے دشت بہرِ شکار
 مگر جسے میں اس تحیر میں ہوں
 کہ کیا اس سفر کا بہانہ ہوا
 سنائی اُسے شہ نے کلستان
 یہ سب کہہ چکا جو شہ خوش نہاد

تو سمجھا وہ شاہ شہ داد گر
 مری دوستی کے سزاوار ہے
 اسی فکر میں ہے شہ و وجہاں
 اتارا اُسے لاکے ایوان میں
 بڑھانے لگا و سب دم ارتباط
 کہا اُس نے اے شاہ عالی مقام
 حفاظت یہاں کی مرا کام ہے
 تو مند مانندِ نخل چنار
 کسی بات میں غدران کو نہیں
 اسی سے ہمیں دیو کہتی ہیں سب
 ہوا آپ کے راستے میں دوچار
 گرفتار بندِ قف گر میں ہوں
 یہاں آپ کا کیونکر آنا ہوا
 کیا راز پوشیدہ سارا عیان
 اگر اُس کے قدموں پہ دیو راز

اٹھا کر میراُس کا شہنشاہ نے
 کہا اُس نے ہون سخت نادوم حضور
 محبت کا دل سے خریدا رہون
 ہون جہدم جہان آپ جلوہ فرما
 یہ کہہ کر کیا یاد خاصہ شتاب
 شہ دو جہان تخت اول کیا
 رہا کچھ دنوں جو دمان وہ امیر
 بلا کر یہ جیلہ سے اک دن کہا
 ارادہ ہے چندے سفر کیجے
 یہ سنکر بہت عذر اُس نے کئے
 کہا اُس نے امیر شاہ میر وزیر
 یہیں آج شب بحر سفر کیجے
 بیان سی ہی نزدیک ملک قاف
 دمان کے ہین انسان جیسے سین
 کہ وہ جا چیمہ کا ہے ملک مسر

گلے سے لگایا بڑے پیار سے
 مجھے سمجھیں پر اپنا خادم حضور
 اشارے پہ مرنے کو تیار ہون
 ہے خدمت کو حاضر ہر جلقہ گشت
 چنا پیش سلطان عالی شتاب
 ادش اپنا سب کچھ تیرک دیا
 ہوئے مردوزن سا فرمان پذیر
 کہ اس سرزمین پر بہت میں رہا
 کہیں چل کے کچھ دن بسر کیجے
 نہ مانا کوئی شاہ آفاق نے
 یہ حال ہون میں تو فرمان پذیر
 دم صبح غزم سفر کیجے
 بہت پُر فضا ہی بہت پاک و صاف
 کہیں ایسے دنیا میں کھو گئیں
 پری عورتیں ہیں پری نادوم

<p>ہنن بقلسی کا ہوا نام و نشان غضب شوق و آفت ہر منت نہیر دمان کی بھی کچھ سیر فرمائیے پھرین آپ کا ندہ ہے یہ میر سوار کہا شہ نے بہتر ہے یہ بھی ہی</p>	<p>جو اس پر سی ہے دمان حکمران ہنن حسن میں کوئی اس کا نظیر جہان چاہے جی پھر دمان جائے میں ہر وقت بہر ہا ہوں منت گذر و میں جل کے دیکھیں ذرا دلگی</p>
---	--

ملکِ قاف

<p>صباحی پلا ساقیا زود تر وہ مے دے کہ گوشت ہبیا ہون اٹھا جام زرد و کر یہ حجاب شبِ مہ کی ٹھنڈی ہوئی گرمیا دم صبح سید و راڑا نے لگا اٹھانے لگا مہر تابان نقاب زمانے پہ چھایا جورنگِ سر اڑا لے کے وہ دیو مازندران نظر آیا اک شہر مینو سیرشت</p>	<p>کہ ہے عین مستی میں غم سفر جو ہیکون بھی توراہ پر آرہوں سراپا بنا مجھ کو روح شراب شعا عین دکھانے لگین شوخیا چراغ کو اکب بھجانے لگا تجلی میں چھپنے لگا ماہتاب دمان سے کیا شہ نے غم سفر ہوا پانچوین روز داخل دمان سواد اس کا رشک یا مین شبت</p>
--	--

ٹہلتی ہے باو بہاری کہین
 کہین لالہ خود رو کہین ارغوان
 غرض ہر طرف ہوا دی ٹمٹم
 جو یہ عالم لطف آیا نظر
 ہوئی محو نظارہ چشم حساب
 لب جو تیر خصل وہ بیٹھ کر
 کہین اڑتے ہیں ڈالیوں پر پرند
 نگاہوں کا اس کی یہ چھایا اثر
 پھلنے دام الفت میں ہے جشن و دم
 نخل کر سرریگ بیتاب سی
 بہت سیر سے دل کو فحش ہوئی
 اسی طرح وہ شاہ عالی مقام

پہاڑوں سے چشمے ہیں جاری کہین
 کہین سنبلی تہ کہین زعفران
 درختان سرسبز تازہ بہار
 تو اترا وہیں وہ شہ نامور
 بڑی ہی بہرہ ریا بوس ہر سوچ آب
 لگا دیکھنے جانب کبر و بر
 کہین سنبہرہ پروڈوڑا ہین چرند
 کہ تیر ہر سو ہوئی جلوہ گر
 غزالان صحرا ہوئے اسکے رام
 تڑپنے لگی ماہی آب بھی
 ہم آغوش خاطر مست ہوئی
 رہا گرم نظارہ ناوقتِ شام

جواہر

پلاساقیلے تے دم کی خیر
 اٹھا جام کر زود تر کامیاب

کہ مستی میں ہو ملک خوبان کی میر
 نہیں تو کہاں پھر یہ عہد شباب

مے وصل سے کرب مجھے بے خبر
 شفق کی وہ سرخی ہوئی اسکا
 لگا کرنے حل آسمان زعفران
 کنارِ فلک اگیا آفتاب
 یہ دیکھا تو سلطانِ عالی گہر
 ہوا چوک کے سمت پہلے گزار
 چپ و راست آراستہ ہر دوکان
 عمائد بھی کچھ شہر کے ذمی وقار
 بہت گلِ رخون کو بٹھائی ہوئے
 وہ نازک سین جنکی عالم میں ہوئے
 وہ پھولوں کی کلنی لگائے ہوئے
 نظر آتی ہے شانِ جنِ فرین
 کھڑے ہیں وہ مالی او ہر پیشار
 وہ پھولوں کے گجر چمکتے ہوئے
 چلے آتے ہیں وہ ہزاروں نگار

قریب آگئی شام غفلت نکر
 سُنہرا ہوا وقت کہ کوہِ سہا
 بسنتی ہوئی سطحِ آبِ روان
 روانی سے رکنے لگی موجِ آب
 بڑھا جانب شہر مثلِ نظر
 تو دیکھا بزرگِ دروسِ بہار
 ٹہلتے ہیں سرمست کیا کیا جوان
 چلے جا رہے ہیں فتنِ پرسوار
 وہ جاتے ہیں و گشتِ اُڑا ہوئے
 ہے ان سکاٹس پارک میں کیا ہوئے
 نزاکت سے چابکُ ٹھائی ہوئے
 ہووا کہانے نکلے ہیں کیا کیا حسین
 لئے کامنی اور بیوتی کے ہار
 گلوں کے گلے میں چمکتے ہوئے
 مزے لوٹتی ہیں نظر بار بار

تاشایون کا ہے یہ زوہام
 حسینون کا جھڑٹ جدہ و مکہ
 بسا عطرین ہر اک کا لباس
 یکایک تفتح کنان وہ جبری
 جھروکے سے تھی وہ تاشانان
 تو دیکھا کہ رشکِ مہ و آفتاب
 نئی وضع ہو۔ طرفہ انداز ہے
 بنائے ہوئے جو گیونگا وہیں
 فقیری میں بھی ہے عجب غر و جاہ
 ہے گو۔ گردین روشنی رُخسائی
 بلا کی ہے چھل بل غضب کی کُننگ
 یہ دیکھا تو رخصت ہو و صبر ہوش
 انیسون جلیبیون اٹھ کر شتاب
 اُسے ہوش آیا تو بے حسیار
 گھٹے صبر و سکین بڑھاد و دل

کہ چھلے ہیں کاندھون کاندھون
 نظم کو یہ حیرت کہ ہر و مکہ
 معطر ہو جس سے دماغ قیاس
 گیا سوئے قصرِ جواہر پری
 پڑی اُس جوان پر نظر ناگہان
 ہر اک نو جوان مستِ حسنِ شباب
 ہر اک گام پر فتنہ پرداز ہے
 نہ معلوم چھوڑی ہو کیوں پناہیں
 مقرر کسی ملک کا ہی یہ شاہ
 چھپا ہے کہین خاک ڈالو سچا نہ
 نگاہیں لگاتی ہیں دل پر خدنگ
 گری کھاکے غشمہ بُتِ خود فریب
 سنگھایا اُسے عطرِ جھڑ کا گلاب
 ہوئی کہینج کر ایک ہا شکبار
 ہوئی کثرتِ گریہ سے مضمحل

کھٹکنے لگا سینے میں خارِ غم
 ستارے لگا خود بخود اضطراب
 ہوئی اُس کو ملنے کی حسرت کہا
 تھی ایک اُسکی ہزار گوہر سری
 کہ اس نوجوان نے تو مارا بچھے
 نہ لائے گی اُسکو تو مہر جاؤنگی
 عوض اس کے دون کی زور ملک ڈال
 وہ کہنے لگی خیر جاتی ہوں میں
 مگر لا ابالی ہے وہ نوجوان
 چلی وہ پری زادِ محشر خرام
 کہا شاہِ جی کیونکر آئے یہاں
 تکلف نہ ہو تو زرا آئے
 نظر آتا ہے جو محل سلنے
 یہی آرزو ہے کہ اب وہ مکان
 کہا شہ نے جل دور ہو آپری

چچا دل میں پیکانِ شیرِ رام
 ہوا کارگرِ عشقِ خانہ خراب
 لگا چنگیان لینے شوقِ وصال
 الگ کر کے اُس کو یہ کہہ لی
 ملا اُس سے جلدی خدا راجھے
 تڑپ کر میں جی سو گز جاؤنگی
 کروں گی تجھے ہر طرح سے نہال
 جو آتا ہے تو ساتھ لاتی ہوں نہیں
 میں کیونکر کہوں آئے گا خود یہاں
 ادب سے کیا جا کے اسکو سلا
 کہاں جائے گا ہی آسن کہاں
 وہاں تک ہم رنجہ فرمائے
 سجا ہے اُسے خوب خدام نے
 بنے فیضِ مقدم سے رشکِ خان
 کسی اور سے جا کے کر دلی

فقیروں کو کیا اہل دنیا سے کام
 کہا اُس نے اسے مالکِ دوسرا
 جھرو کے مین تھی شاہزادی بھی
 سمجھکر مسافر یہ مجھ سے کہا
 وہ آمین تو ہو سر فرانی ہیں
 مرے گہر میں ہوں جو وہ رونق
 فقیروں سے اسکو الفت بہت
 کہا اُس جوان نے کہ او پیسوا
 کہاں شاہزادی وہ رشکِ سخن
 پریشان ولی میں کہاں یہ جو اس
 نہیں اُس کے فتنے کی پروا مجھے
 کسی سے غرض مجھکو اصلاً نہیں
 اگر واقعی دل سے یہ بات ہے
 تو خود آ کے مل جائے مجھ سے یہاں
 مسافر فقیر اور دل بے قرار

ہے ایسی تواضع کو میرا سلام
 ہے اس بات یہ مرا مدعا
 نظر آپ پر اُس کی ناگہم پڑی
 کہ تو شاہ صاحب کو جا جلد لا
 کہ واجبِ مہمان نوازی ہیں
 یہ غم خانہ بن جا عشتِ سرا
 ہے واقعہ مشتاقِ خدا بہت
 خوشامد سے مجھکو بُھاتی ہے کیا
 کہاں میں مسافر غریبِ وطن
 کہ بیٹھوں میں جا کر کسی گلے سے
 اگر وہ ہر شتاق تو کیا مجھے
 مگر دل نہ ٹوٹے کسی کا کہیں
 کہ منظور اہل کو ملاقات ہے
 نہیں مہم میں ہل کہاں میں کہاں
 پھر ایسوں کے رہنے کا کیا اعتبار

طبیعت کا ایما جدہ پاؤں گا
 یہہ شکر ہوئی دنگ وہ حیلہ جو
 نہین بھکویہ نازا میری مین بھی
 مین کہتی تھی تجھ سے نہ آئے گا وہ
 کہا تھا یہ گوشت کراخجام نے
 سخن محبذہ سحر گفتار ہے
 مین داری گئی جلنے دے خیال
 نہین میرے کہنے کا اُس کو یقین
 کہا اُس نے جو ہوئی بہاب سو ہو
 پر رکھتی نہین بات کہوٹی کہی
 فقیر ایسے ہوتے ہیں نازک مزاج
 وہ آتا نہین تو مین خود جادوئی
 یہ کہہ کر کان سے بحال تباہ
 وہ گو صحر کو لے کر روانہ ہوئی
 ہوئی پاؤں پر رکھیکے لشکر کیا

یہ نہین سیر کرتا چلا جاؤں گا
 کہا جا کے اُس سے کہ اہ شعلہ
 بہت دُور ہے وہ فقیری مین بھی
 مجھے چکیو نہین اُڑائے گا وہ
 وہی بات آئی مگر سامنے
 مگر ایک ہی شوخ و عیار ہے
 ہے ایسے کے ہاتھوں سے جینا محال
 بچھی کو بلاتا ہے ظالم و مین
 نہین تالسیکن دل زار کو
 ذرا دل مین اپنی سمجھا ہی پری
 ہے بیشک کوئی صاحبِ مہراج
 اُسے دل مین بھلا کر دے دنگی
 اٹھی یک یک صورتِ دو کو
 قدیمویر شاہ زمانہ ہوئی
 یہہ کی بے ضرابے مایہ فقیر

یہ کیوں آپ کو مجھ سے دُشمن ہو گیا
 یہ سچ ہے میں خدمت کے قابل نہیں
 مگر آپ کے تو کرم چاہئے
 کہاں ایسے ہم لونڈیوں کے نصیب
 ہرگز یہ ہیں بنِ خدمت گزار
 یہ سُن کر ہنسنا خسروِ ملطیہ
 دیا چھوڑا سپاہی جب تختِ تاج
 کہا آپ اب مختارِ آفاق ہیں
 خدا رکھے۔ میں آپ کو بے غرض
 بچھے تو ہے اپنی محبت سے کام
 ضرور آپ کو گھیر میں لجاؤنگی
 کوئی اور صورت نکالونگی میں
 خدا نے کیا آپ پر یہ کرم
 یہہ مانا کیا مجھ کو خانہ خراب
 کہا شہ نے اس سے غرض کچھ نہیں

یہ کیوں کُفش خانہ سے نفرت ہو گیا
 کسی طرح محبت کے قابل نہیں
 غریبوں کا بھی درد و غم چاہئے
 کہ الفت سے بٹھلا میں حضرت
 کریں دولت و دینِ دل سب شہ
 کہا اُس سے ہم تو ہیں مردِ فقیر
 تو پھر کیا کسی کی بہنِ استیلا
 سلاطینِ آفاق مشتاق ہیں
 نہیں دوستی دشمنی سے غرض
 کہ بے عشق ہر زندگانی حرام
 نہیں سُنھ کسی کو نہ دکھلاؤنگی
 منگا کر ابھی زہر کھا لوں گی میں
 نہ رکھئے روا تھا جزون پر تم
 خدا کو بھی دینا ہے اک دن جواب
 میں پر بندہ عشق ہم احسین

تریدل میں ہر درد سوز و گندار
 جسے ہم سے الفت ہو وہ خوب
 جواہریر بولی کہ گوہر ہون کینر
 مگر آپ بندہ نوازی کرین
 ہون رونق قراچیل کر ایوان میں
 یہ سُنکر اٹھا وہ شہ خوش نہاد
 پری قاف کی دیو باز ندان
 اسی طرح وہ سب کی سب آن میں
 غرض و کیتا بہا لتا ہر مکان
 تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اس قدر
 کنول - جھاڑ فانوس بانڈی گلا
 لکے ہیں تینے سے سب جا بجا
 چڑھیں بتیاں مشک کا نور کی
 نسبت متشش و در و بام سب
 تکلف کے اسباب پہلے ہی سے

نہیں تجھ سے کچھ اب ہیں خراز
 محبت کی گالی بھی مرغوب ہے
 بنون خاد مہ کب بھی یہ تھینر
 سرے و رد کی چارہ سازی کرین
 کرین سیر خوبان پرستان میں
 چلا صورت موج باد مراد
 ادب ہوئے ساتھ اسکے روان
 ہوے جلوہ گر آ کے ایوان میں
 سرِ بام چو چادہ شاہ تہمان
 نگاہیں پھلتی ہیں دیوار پر
 ہر اک وضع کے آئینے بقیاس
 جنان کی طرح سارا کمرہ سجا
 تجلی ہر اک شمع میں نور کی
 مہیا ہر اک سازِ عیش و طرب
 زیادہ ضرورت سے موجود تھے

اُسی جا کیا خاصہ بھی نقشِ جان
بہم رسمِ حرف و حکایتِ ہی
ڈرا دیر کو سو رہے سب کے سب

جوشہ کو پسند آ گیا وہ مکان
وہیں دیر تک گرم صحبت رہی
فراغت ہوئی جشنِ راحتِ عجیب

نقشِ سلیمان

کہ اٹھلا رہی ہر نسیمِ حسہ
دکھا نشہ میں سیرِ باغِ مراد
مے وصل سے کر بجھ شاد کام
ہوئی آمدِ مہر تابان کی جویم
سنہری ہوئی سقفِ چرخِ کہن
اندھیرا نہ باقی رہا نام کو
جگایا اُسے حسنِ انداز سے
تو کہنے لگی اُس کو رشکِ ماہ
کہ رضوان کا جس سے ہوتا زُملغ
وہاں او پہرہ لون کا پھر کیا حساب
سہا یا یہی وقت ہر سیکر

پلا سامیتِ جامِ من و حرتِ اثر
بنا بخود دستِ کردل کو شاد
اٹھا بے جھجک ساغرِ لالہ فام
جو راہی ہوا کار و انِ نجوم
شفق میں چکنے لگی وہ کرن
ملی روشنی مہر کے جام کو
جو اہر اٹھی بسترِ ناز سے
حواج سے فارغ ہوا جب وہ شاہ
ہر نقشِ سلیمان بیانِ ایک باغ
کھلے ہیں نہار و ن طرح کے گلاب
چھکتے ہیں کیا بے بل خوش نوا

اہا شہ نے بہتر ہے چلے ابھی
 یہ کہہ کر اٹھے دو نون وہ بامراد
 ابھی ہیں وہ گولہ گلستانِ درو
 جو پہنچا در باغ تک وہ نگار
 دعائیں لگے دینے برگِ چین
 ہر افشِ سبزہ بچھا لگا
 پھرے گرد آ آ کے مرغِ ہوا
 روشِ خاکساری دکھائی لگی
 پڑھا دیکھ کر لبِ لہو نے درود
 خوشی سے شگفتہ ہوا رو گل
 جھکا کر سر گیسوئے پر شکن
 بچھانے لگی مسیح کا فریاد
 بڑا پیشوا کی جو جوشِ منو
 جھکی شاخِ گل رسمِ تسلیم کو
 ز رگل کیا باغبانِ بشار

وہیں چل کے بہلا میں کچھ دیر جی
 چلے جانبِ باغِ مینو سواد
 لگا کہنچے دل کو سخنِ سیور
 قدم مینے دوڑی نسیم بہار
 لگی ٹوٹ پاؤں پہ شاخِ سمن
 قدم سپر جاہ اٹھائی لگا
 بلاتین لگی لینے موجِ صبا
 کہیں نہ گس آنکھیں بھائی لگی
 ہلانے لگی موجِ پل شاخِ عود
 بڑی عطر و ان کے خوشبو گل
 لگا جھاڑنے سنبُلِ رحمن
 چھڑکنے لگی شبنم گلِ گلاب
 چلی رکھ کے سر خاکِ پرتو
 اٹھے سر و شمشادِ تظہیم کو
 نقدِ ہونی نوعِ وس بہار

کھیلے پہول وہ آئے جو قتل
جما خوب گلشن میں دربارِ عیش
ترقی ہوئی وصل کے جوش میں
ہوئے دونوں جہدم دہان جلوہ
سجا ہے دہان ایک بنگلہ فیسر
جود کیا ہے ارستہ وہ مکان
رہیں گریہ میں آج ہم رات بھر
اسی کر رہے مشورے تا بہ شام
ہوا طبعِ شہ کو جو منظور یہ
کہ ہر روز وہ شام سے تھم
مگر وہ پری غم سے گھلے لگی
لگی کھانے وہ شعلہ رو سج و تاب

دے غنچہ ناشگفتہ نرول
دیا نذرِ قدرت سے گلزارِ عیش
اڑی ہوئے گل ایکے آغوش میں
قرآنِ مہم و مہر آیا نظر
ہوئی جا کو دونوں میں بھلیس
تو کہنے لگا اُس سے شاہِ جہان
چلیں گے سوئے خانہ وقتِ سحر
کٹی عیش و عشرت میں وہ شبِ تہا
ہوا آئینہ کارِ دستورِ یہ
اُسی بنگلے میں رات کرتے بسر
چھپانے سے بات اور کھلنے لگی
بڑا قریب اور بھی اضطراب

طبیعت تو قابو سے جاتی رہی
بناوٹ سی لیکن چھپاتی رہی

ہدایت

پلا بادہ اسے ساقی عشق یار
 لگا جام زرشک سے بیکر شتاب
 اوٹھا وہ سراچی جو ہادی نے
 اندھیرا گیا غروب میں شام کا
 وہ مہتاب سے پہل چھڑنے لگے
 شبِ ماہ جلوہ دکھانے لگی
 لب جو نظر آئی اک بار گاہ
 نقش سراپردہ سبز فام
 لب جو ہے سرو چراغان کا باغ
 فروزان میں مہتاب بیان اس قدر
 وہ لہرون میں عکس تجلی کی صنو
 ہوائی کا گردون پہ وہ چھوٹا
 وہ چرخ کا چرخ اور بانوں کا توڑ
 وہ پتھول فرشی وہ فرشی انار
 یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ زن

کہ دنیا کا سب کچھ ہی کاروبار
 ہوں فرزند پیرِ مغان میں خراب
 ندائے ازل کی منادی بنے
 ہوا و دراب بدر کے جام کا
 زبرد پہ الماس جڑنے لگے
 زمانے پہ حیرت سی چھانی لگی
 فلک قدر کیوں چشمِ عرش جا
 جواب نگار و مظلما تمام
 کنارے کنارے منور چراغ
 کہ غالب ہی نور ان کا مہتاب پر
 لرزتی ہوئی وہ چراغوں کی نو
 کرن کا وہ مہتاب کی پہوٹنا
 وہ جھاڑوں کا چکر وہ دریا کا مڑ
 وہ سبز رنگ کی پھلجھمسی کی بہار
 کھلے چاندنی پر چمن کے چمن

مسالاجہرا اُغین وہ گلشن
 ابھی تک چمکتے ہیں گل جا بجا
 غبار سے وہ ڈوبے ہوئے سر
 ہوا پر کھلا خوب تاروں کا باغ
 سرِ شام اک دن گلِ آفتاب
 شفق کی چمک مٹھ چھپا کر لگی
 ستارے ہو چنے چربلوہ گر
 پر زیا د گل چہرہ در شکِ حور

جواہر نے کی بزمِ آراستہ
 را لطفِ محبت بہت دیر تک
 گئی نصف شب تیرہن ناگہان
 قدم رکھتے ہی بسترِ ناز پر
 تو کیا دیکھتا ہے حکیمِ قیام
 جگتا ہے جذبِ ولی سرِ مجھ

وہو میں کاہنیں نام کو بہی نشان
 ذرا بھی نہ چادر کو دست لگا
 ستارے بنے دیکھے چرخ پر
 پٹاخون کے قلعوں پہ چکر مارنے
 لگا ڈالنے زعفرانی نقاب
 سیاہی سے ہر ت چھا لگی
 جلایا فلک نے چراغِ تہر
 ادب کے کھڑے ہیں قریب دروازہ

بلائے حسینانِ نوفاستہ
 جہاز نگِ عشرت بہت دیر تک
 ہوا مائلِ خواب شاہِ جہان
 ہوا نشہِ خواب سے بخیر
 ضیا بخشِ بالین ہے ہر منہ
 اٹھاتا ہے آہستگی سرِ مجھ

لیا گو دین خوب سا کر کے پیار
 کہا پہر کہ اے عاشقِ منتظر
 شب و روز تو عیش و عشرت میں
 اگر وصلِ منظور ہے اچھا شتاب
 چلا جا یہاں سے سوئے راست تو
 گئی ہے وہ شہرِ ہدایت کو راہ
 وہ محبوبِ حق اور رحمتِ اقب
 ادب سے دمانِ عرض کر تو یہ بات
 مجسم ہنِ رحمت وہ فخرِ جہان
 گمانِ سچ بھی زائد تجھے دین گے وہ
 دکھا دیں گے تج کو وہ بابِ نجات
 شتاب اٹھ کہ غفلت کے یہ دن نہیں
 نکل کر اسی باب سے ہو روان
 دمانِ راہ میں کچھ بکھڑا نہیں
 یہہ سنتے ہی چشمِ اسکی واہو گئی

و عادیِ ابد تک رہے کامگار
 رہے گا پرستانِ ہی میں اسیر
 مجھے بہوں کر خوابِ غفلت میں
 کہ ہو روضہ قدس میں کامیاب
 یہہ سب یاد رکھنے کے کم و کاست تو
 ملین گردانِ چلبیبِ آلہ
 انجین کے ہن قبضے میں لیک
 کہ دکھلائی تج کو بابِ جناب
 پڑھائیں گے تیرا بہت خوشن
 تجھے اپنا محبوب کر لیں گے وہ
 کریں گے عطا حالِ کائنات
 رہائی بغیر ان کے ممکن نہیں
 ہر پھر دوسری منزل پر کاروان
 کسی طرح کا چھوڑ بیلا نہیں
 وہ ساری کدورت ہوا چھو گئی

مئے شوق میں تازہ جوش آگیا
 کسی کی محبت نہ باقی رہی
 کسی طرح کا پھر نہ آیا حسیال
 نہ پھر ریب کی طمطراقی رہی
 ہوئی روح پاکیزہ سرورِ دل
 بجلی ہوئی چمک پر جلوہ گر
 وہ تن صاف آئینہ سان ہو گیا
 چمکنے لگا ہر سخن سے اثر
 اُسے دم بدم بڑھ گئی فکرِ مہر
 حیاتِ ابد سے ہوا کامران
 اسی گل کی بس یاد رہنے لگی
 سیوقت پہونچا جو اہر کے پاس
 تو دیکھا کہ اشکون سے تکتے ہیں تر
 لبون پر صدا آہ و زاری کی ہر
 سخایت ہر کچھ بختِ ناکام کی

اُسے عین غفلت میں ہوش آگیا
 کسی کی رعایت نہ باقی رہی
 ہوا خود بخود دورِ رنج و ملال
 نقطیاد و تصدیق باقی رہی
 بنا سب سے نورِ دل
 چمکنے لگی برق بن کر نظر
 ازل کا وہ جلوہ عیان ہو گیا
 بنا عیب بھی ایک اعلیٰ ہنر
 کوئی دم نہ گذرا بجز ذکرِ مہر
 میسر ہوئی راحتِ جاودان
 طبیعت بہت شاد رہنے لگی
 پڑی تھی وہ کمرے میں اتراؤ اس
 تر پتی ہے وہ فرشِ کمخواب پر
 وہ تصویر سی بقیارے کی ہر
 تمت ہر وصلِ دلا رام کی

کسی کو بٹھائے ہوئے کر دو
 مزاد و الفت کا چھٹے ہوئے
 یہ کہتی ہے اسے میرے رب اعلیٰ
 اہل و عیال کو شرمناکئی
 کیسکو قلق کیوں گزرنے لگا
 اسی دہن میں بخود ہوئی اس قدر
 قریب آ کے اُس دم شہرِ منطیر
 یہ غفلت ہی کیسی ذرا ہوش کر
 نہ آئیں گے اب بار و دیگر بیان
 پڑی جب یہ کانوں میں اُس کو صدا
 تعجب سے حسرت سے کر کے نظر
 نہ اشکوں کا لیکن تسلسل گیا
 تپ عشق دشمن ہوئی جانکی
 مجھے فرج کر ڈالے آئیے
 کہا اُس نے کیا کوئی جلا دہون

تصور میں کرتی ہے کچھ گفتگو
 کلیجے پہ وہ ہاتھ رکھتے ہوئے
 یہ بیٹھے بٹھائے مجھے کیا ہوا
 میں اس سخت جانی سو گھبرا گئی
 وہ بے رحم کیوں رحم کرنے لگا
 کہ آئے سے اس کے ہنسنے کچھ خبر
 پکارا کہ اسے تازہ غم کی امیر
 ہمارا ہی اس شہر سے اب سفر
 خدا جانکل تو کہاں ہم کہاں
 تو اٹھ بیٹھی گھبرا کے وہ ملے لقا
 لجائی بہت پہلے وہ دیکھ کر
 کہا آج پردہ مرا کھل گیا
 رہی آرزو اب نہ ارمان کی
 تو پھر جس طرف چلے جائے
 نہ قاتل نہ مین ظلم بنیاد ہون

<p> نہ سودا زودہ ہوں نہ اہلِ خون مگر ہے ذرا دیر کا احسا سنایا اُسے قصہ خواب سب کسی سمت اب قلب جھکتا نہیں کہا اُس نے بہت بہت خوب ہے مگر ساتھ سے منہ نہ موڑوں گی میں کہا شاہ نے یہ بھی ممکن نہیں زبان کا مقصد جو پاؤں کا میں نہیں کچھ دنوں بعد خوش نصیب بتاتا ہوں تج کو نشان و مقام </p>	<p> کسی کا میں کیوں خون گرد پہ لو جسے دیکھ کر میں ابھی جاگ اٹھا کیا اس مجبور ہوں میں اپنی ب تیرے روکنے سے میں رکتا نہیں مجھے یہی یہی بات مرغوب ہے کسی دم رفاقت نہ چھوڑوں گی میں ابھی کچھ دنوں صبر کرو یہیں تجھے حسب موقع بلا لوں گا میں چلی آنا خود سو گنا گریب اسے دل سے تو یاد رکھنا ہم </p>
---	---

فراقِ جواہر

<p> اٹھا سا قیاحام کبے خیر کہاں تک یہ غفلت و فراسی ہو جا پلا جلد مے میں پریشان حواس وہ پہولی شفقِ زاتِ آخر ہوئی </p>	<p> کہ قطع علائق یہ باندہ ہوں کمر سنگھا سا غزل میں بو حیات کہ جی لیتی ہو باسی پہو لوں کی باں صفا صبح صادق کی ظاہر ہوئی </p>
---	--

فلک بستر شب اٹھانے لگا
 سیاہی گئی جانبِ رنگباز
 رسالہ ستاروں کا چلتا ہوا
 روانہ ہوا سرِ دے بنظر
 بن آیا نہ کچھ کام تدبیر سے
 کہا شبہ نے حیلہ سے تورہ یہاں
 جواہر مرے بعد گھبرا گئی
 اٹھا کچھہ دنوں تو رفاقت ہاتھ
 یہ کہہ کر جواہر سے کہنے لگا
 رہے گا ہمیں پاس تیرا ضرور
 وہ بتیا بٹھ اٹھ کے گرنے لگی
 مرادین ہم آغوش ہونے لگیں
 اشاروں میں حسرت کی گشتگو
 چلا وہ تو مانندِ روحِ روان
 نظر سے چو غائب ہوا وہ میر

قمر چاندنی لے کے جانے لگا
 ہوئی روشنی شرقِ شکار
 اٹھا مہر وہ آنکھ ملت ہوا
 ہوئی سخت مضطربہ بدست
 بگڑنے لگی بات تقدیر سے
 مین ہوتا ہوں منزل کو تنہا روان
 تجھے ساتھ لے کر چلی آئیگی
 خدا چاہے تو پھر نہ چھوڑے گا ہاتھ
 رہے تیرا ہر دم نگہبان خدا
 سمجھنا نہ دل سے کبھی غرور
 نظربن کے گرد اُسکے پھر لگی
 نگاہیں گلے مل کے رہنے لگیں
 دعابن کے رخصت ہوئی آرزو
 غم نامرادی رہا سہیاں
 ہوئی سخت محزون وہ غم کی ایہ

جد ہر جاتے دیکھا تھا اس ماہ کو
 اٹھا اور وحی سنا نے لگا
 بڑی شہین غم کی بیدا کی
 زمین تر ہوئی اشکِ خوناب سے
 بڑھا ضبطِ فیاد سے ساز دل
 چھبوں نے لگا دردِ دلِ نیشتر
 تڑپ دل کی بچین کرنے لگی
 تصور میں ہونے لگی تمہار
 رخِ زرد پر اشکِ ہنسنے لگے
 غمِ دل نے برہم کیا سازِ عیش
 اُنسلیں دکھانے لگیں شوخیاں
 مچھری بن کے ہر سانس چلنے لگی
 چھبی چھانس غم کی دلِ زار میں
 جلانے لگا شعلہٴ آرزو
 ہوا دل میں خارِ المِ رخنہ گر

وہ حسرت سے دیکھا کی اس ماہ کو
 تڑپ کر جبکہ منہ کو آنے لگا
 گھٹی تابِ تکلیفِ فیاد کی
 ہوا دمِ خفا جانِ بتیاب سے
 خموشی بنی غم پر دوا ز دل
 لگی لوٹنے بسترِ یاس پر
 وہ رور و رو کے جی سے گزرتی
 سکوتِ سخن بن گیا راز دار
 لبِ خشک کچھہ اور کہنے لگے
 ہو میں حسرتیں رخنہ اندازِ عیش
 ہوس دل میں لینی لگی چلیاں
 تمنا کیجے کو ملنے لگی۔
 بھرے اشک بھی چشمِ خونبار میں
 ہوا خشک ساری بدن کا لہو
 کیا ناوکِ غم نے چھلنی جگر

بڑا ہجیرین نا توانی کا زور
 نفس زلیست تنگ آنے لگا
 ڈرالہ آتے ہوئے تازیان
 غم و درد نے قلب میں آہ کی
 بڑھی ضبط سے اور دل کی اُتنگ
 کیا صرصر غم نے جی کو نڈھال
 گل رخ پہ چھپا یا خزان کا اثر
 قلق دل میں کرنے لگا انتظام
 مسرت گئی و اشُدل کو ساتھ
 فراقِ صنم ہوش کھونے لگا
 ہوئی زرد مانند برگِ حنرا
 دل زار ہاتھوں سے جانے لگا
 بہت دیدہ تر نے تدبیر کی
 وہ چپکین مٹین خاطر زار کی
 ہوئی فرقت یار جانی سرتنگ

جھکانے لگی حسرت وصل گور
 اُسے نام سے تنگ آنے لگا
 را دل میں گھٹ گھٹ شوقِ غیا
 اجازت نہ دی شرمِ مزاح کی
 لگی ہو فی یاس و تمنا میں جنگ
 لگا جھلکانے چراغِ جمال
 اڑا رنک چھپری کا بنکر حنبر
 بنا حسرت آباد سینہ تمام
 چلی روح بھی نبضِ سہل کے ساتھ
 شہرِ شکِ اَلَم جی ڈبونے لگا
 بنی سوکھ کر ریشہ زعفران
 طبیعت کو صبر آزمانے لگا
 جُجھی پر سرِ موند دل کی لگی
 بنی جان پر اس دل انگاری کی
 کیا شوقِ نر زبند گانی سرتنگ

گلا دل ہی میں دم چرائی لگا
 شب و روز گزرا جو بخ و ملا
 کھینچنے لگا دشنہ غم جگر
 دل و جان سے ربطِ تنہا بڑھا
 بڑا رفتہ رفتہ جو شوقِ محال
 جلانے لگا دل کو سوزِ فراق
 شہرِ تھا جو آنسو پٹکنے لگا
 ہوئی گرم چھاتی تپِ ندو
 یہ کہنے لگی کب تک آفتِ بہون
 جنونِ طاقتِ ضبط کھوئی لگا
 وہ مجبورِ آخر ہوئی درد سے
 ادا اسکی چاہت جتانے لگی
 بنے اشکِ گل رنگِ غمازِ دل
 طبیعت تپِ غم سے گرنی لگی
 ہوئیں آہ کی دل میں طیاریاں

کلیجہ غم یار کہانے لگا
 بنی بدر سے گھٹ کو وہ پہلا
 بہانے لگی لختِ دل چشم تر
 ہم آغوشِ یون کا تقاضا بڑھا
 طبیعت لگی رہنے ہر دم ٹھال
 جھڑک نے لگا شعلہ اشتیاق
 کلیجہ حرارت سے پکنے لگا
 جگر جھن گیا آتشِ شوق سے
 مصیبت سی ہو تو مصیبت بہون
 تو خوش سے کچھ ساز ہوئے لگا
 بڑھی گرم جوشی دم سرو سے
 نگاہوں میں اک بات آنی لگی
 دکھانے لگیں چو نین بازِ دل
 ہنسی لب تک آ آ کے پھر لگی
 اڑیں آتشِ غم کی چنگاریاں

تپ غم سے دن رات جلنے لگی
 بناتا شعلہ ہر اک تارِ موعود
 شمعِ گری جوشِ سودا بڑھی
 ہوئی نامِ راحت سے وحشت اُٹھ
 سید زلف اک اژدہا ہو گئی
 بگڑنے لگی مانگ سے بیدار
 کشاکش ہوئی جو غمِ یار سے
 سیہ چوٹی ناگن سی ڈسنے لگی
 نہ وہ مانگ پٹیاں نہ آرائشیں
 بنیں حلفتِ دامِ غم بالیاں
 کرن چھول جھکے لبو میں تھوڑے
 نہ پتہ نہ بالا نہ بالی رہی
 نہ جھومر میں باقی رہی وہ جھلک
 شبِ غم میں یوں اُڑاتی رہی
 نہ ابرو میں کس بل نہ نگہ میں خج

وہوان بن کر حسرت نکلنے لگی
 سراپا بنی شعلہ آرزو
 گریبانِ درسی کی تمنا بڑھی
 بڑھی زیبِ وزینت سے نفرت اُٹھ
 اُسے کنگھی چوٹی بلا ہو گئی
 یہ سمجھی کہ سر پر کھینچی یہ تیغ
 اُلجھنے لگی زلفِ حجاز سے
 شبِ غم کسوٹی پہ کسنے لگی
 نہ مشاطہ سے ٹیڑھی فرماشیں
 چھبھی گونج مانند نوکِ سنان
 سونپنے لگیں بکلیاں شکلِ برق
 طبعیت مگر لا اُبالی رہی
 نہ افشانِ مین وہ پیشتر سی چمک
 کہ صنوجاں تاروں کی جاتی رہی
 نہ یہ سرِ اگین نہ وہ دسمہ تاب

نہ وہ پردہ داری چسکی رہی
 شرارت گئی اگلی چتون کے ساتھ
 نہ عشوہ نہ وہ سحر کاری رہی
 تپ غم سے وہ زرد ایسی ہوئی
 نہ ہر وقت آئینہ پیشِ نظر
 نگاہوں سے جاتا رہا وہ حجاب
 نہ مستی کا لب چرب نا کبھی
 نہ وہ خال ابرو کی آرائشیں
 گلے ملنے کا جو بڑا حوصلہ
 ہوئی زار اس درجہ وہ دل چلی
 نہ وہ موتیوں کی لڑی تابدار
 بہت دست و پانا تو ان ہو گئے
 نہ اب وہ نکھرنا نہ اب وہ شکار
 نہ اب وہ نھانا نہ وہ ہونا اُسے
 نہ اٹھنا وہ گیسو سنوارے ہوئے

وہ شوخی نہ بانکی ادا کی رہی
 رہی بیکسی چشمِ پُرفن کے ساتھ
 نگاہوں پہ حیرت سی طاری رہی
 کہ رنگت گلابی بستی تھوئی
 نہ اب رنگ و روغن وہ خسار پر
 چھپی گردین تابِ رخ کی نقاب
 نہ بھولے سی بھی پان کہا نا کبھی
 نہ وہ حُسنِ صورت کی زیبائشیں
 لگا گھوٹنے طوق اُسکا گلا
 کہ چمپا کلی سے بڑھی بے کلی
 گلے کا بنے اشک گلزنگ بار
 سبک زیور اُس پر گراں ہو گئے
 نہ کپڑے بدلنا وہ اب بار بار
 بس اشکوں سے بچل جگونا اُسے
 نہ چلنا وہ سینہ اب بھاری ہوئے

نہ انگھلیوں پہلے تار رہا
 ہوئی ضعف سے ایسی نر و زار
 بڑھا اس قدر زور کم طاعتی
 تصور کو جانا کہ ٹٹئی کی آڑ
 نہ وہ دل لگی اب نہ وہ قہقہے
 کیا غم نے مسدود وہ باغ عیش
 اُسی باغ میں جا کے رہنے لگی
 کہیں کا نہ آنا نہ جانا رہا
 کوئی شے نہ دولت نہ ظاہری
 جو گوہر نے دیکھا یہ سامانِ غم
 کہا اب جو اہر تجھے کیا ہوا
 زبانِ آشتائے خوشی ہے کیوں
 کہیں اور کچھ بات پیدا ہو
 نہ ناموس پر حرف آئے کوئی
 یہ سنکر دیا کچھ نہ اُس نے جواب

نہ تلوؤں سے وہ دل کا ملنا رہا
 کہ آبِ روان بھی ہوا اُس پہ بار
 کہ آنچل سنبھال نہ سنبھال کبھی
 دوپٹے کے ساڑ کو سمجھی پہاڑ
 نہ وہ عیش و عشرت کے چرچے رہے
 کیے ترک اُس نے سب بابِ عیش
 اکیسلی غم و درد سہنے لگی
 خط ناز کی کا بجھانا رہا
 مگر نام کو وہ جواہر رہی
 گئی پاس اُس کے وہ محوِ الم
 ابھی سے جدائی میں ہوا ہوا
 نگاہوں کی حیرت فروشی ہی کیوں
 خدا کے لئے سفت رسوا ہو
 نہ چتون سی کچھ تار جائے کوئی
 یہ پڑھنے لگی پر نہ چشم پر آب

عزل

خرد دل میں اتنا اثر ہی نہیں
 بے پروا کہا سے جا تا ہے یہ کیا غم
 کہان تک سُنو گے مری داستان
 ہوئی اُنکے آنے سے یاس سقد
 جو کچھ دن رہا جوشِ سودا بھی
 بنایا مجھے غم نے تصویرِ یاس

میں بس ہل ہوں انگو خیر ہی نہیں
 ابھی دل نہ تھا اب جگر ہی نہیں
 نہیں طول تو مختصر بھی نہیں
 کہ اب جانبِ درِ نظر بھی نہیں
 تو پھر دیکھ لینا کہ سر بھی نہیں
 اُنہیں رحم اس حال پر ہی نہیں

زمانے میں معشوقِ مریضِ ظہیر
 ستاتے ہیں پر اسقدر بھی نہیں

یہ پڑھ پڑھ کے روتی رہی زار زار
 کہا تجھ پہ صدقے میں سو جان سے
 مجھے حکم دے تو ابھی جاؤں میں
 رفاقت کو حیلہ بھی موجود ہے
 پہنچ جائیں گے تاہم ج لاکلام
 مگر اے رفیقانِ بہتِ شہار

یہ دیکھا تو گویا ہوئی سقیا
 جو کرنا ہو کر اب وہ اعلان سے
 اُسے ڈھونڈھ کر ساتھ لے آؤں
 بہر نوع یہ سالِ مسعود ہے
 کہ معلوم ہے سب نشانِ مقام
 کسی پر نہ یہ راز ہوا آشکار

غرض ختم جب یہ فسانے ہوئے	وہ لیٹی یہی دل میں سٹھا ہوئے
پہر رات گزر رہی وہ ساری چین	روانہ ہوئے جانب شاہِ دین

راہِ زن

پلا سا قیاب وہ جامِ عقیق	کہ مینا نہ ہو رُشکِ بیتِ العتیق
شتابِ ٹٹھ فلکِ ستایا ہوا آج	بہت پھر پھر اگر میں آیا ہوں آج
لگا دے مرے منہ سے تو خم کے خم	تو تباؤن کیونکر ہوئے ہوشِ گم
لے وقت دو نون گیا دن گزر	گلابی مُٹھلا بچا پسِ رخ پر
کھلے سر لرزتے ہوئے بیچہ کے	نازِ شہیدان پڑھی مہر نے
گیا سجدے میں آفتابِ مینر	شعاون نے پھیر اسلامِ اخیر
نازی جو سجدے سے چلتے ہوئے	پلے گھر کی جانب ٹہلتے ہوئے
طاراہِ مین اک غریبِ الوطن	سراپا مصیبت سراپا محن
گریبانِ دریدہ شکستہ لباس	گلِ رخِ مین لیکن سیادت کی باس
چھہ غارتلوؤں مین زخمی بن	پٹھانہ طرفِ شکلِ گلِ پیر بن
جی گردِ چپکے پہ تن پر غبار	سفر کے مصائب سے زار و تار
جنونِ حواسِ سکے دمسازِ نب	نگاہوں مین وحشت کی اندازِ نب

ہوئے جمع لوگ اُسکو جو دیکھ کر
 کسی نے کہا ہے جو یہ سکون
 کوئی بولا ہے کوئی مردِ مخیب
 ہوا حرف زن کوئی یہ کچھ نہیں
 بے بہوت اپنے تن پر رانی ہوئے
 تلاشِ دلارام میں سینہ چاک
 پریشان بالوں ہے آشکار
 یہ کہتی ہے چپتون کج بیمار ہے
 اشارہ ہے تیور کا ازلِ دید
 دکھاتے ہیں یہ دیدہ انتظام
 رخ زرد کے رنگ سیحریان
 لب خشک کی ہے ہوس آشکار
 کفن کا سر دوش اظہار ہے
 یہ کہتی ہے گم درہ جستج
 ہوا اشکِ گلرنگ سے یہ عیان

وہ تکتے لگا اجنبی سا دہر
 خدا جانے کب سے ہے اسکو خون
 پڑی کوئی آفت ہوا یہ غریب
 کسی کا ہے شیدا یہ اند و کھین
 فقیر و ن کی صورت بنا ہوئے
 شب و روز اڑاتا ہے شہر کی خاک
 ہے مرغِ دل اسکا کسی کا شکا
 کسی کی محبت کا آزار ہے
 کسی تیغِ ابرو کا ہے یہ شہید
 نگاہیں ہیں شتاق دیدار یار
 تپ عشق نے کر دیا ناتوان
 کہ جو سینِ لعبِ نشتین یا
 کہ ہر وقت مرنے کو طیار ہے
 ملی خاک میں مل کے یہ آبرو
 ہیں شرکانِ غم بھرے خونچکان

نگاہوں کی حیرت سے ہر آشکار
 یہ سینہ کے داغوں کا گہرا
 ہنسن اور اس لاغری کا سبب
 یہ گرد اور یہ جستگی ہے گواہ
 یہی ذکر کرتے تھے برائے پیر
 وہ چلتا ہوا سانپ اک ہاتھ میں
 وہ پکڑی ہری سرگٹھائی ہو
 عامہ کے اندر کلہ پر شکن
 وہ ریش مقطع گھنی بگیان
 وہ کہہ کہہ کے یا حق تڑپتا ہے
 اُسے فکری تلبیس میں گہونا
 وہ احسان فراموش نا حق شناس
 قرشی نہ وہ نسل ساداس
 نقش سے ہر دم شکنجے میں وہ
 رگڑتا تھا تپتے پر ہر جملہ ساز

یہ سہمے آئینہ وارِ خشن گاہ
 کہ گل گھا کے انشت ہو یا نہ
 کسی کے ہر موسے بیان کی
 کہ آیا ہے چل کر چہرہ کی راہ
 ادھر ہر ہو کے غلاب لڑاکا شیر
 شیطاں بھی ایک و درسا تہمین
 مشائخ کی صورت بنائی ہو
 ہری گھانس کو نیچے جیسے لگن
 کوئی حس کی ٹٹتی ہے یا سا بیا
 تذبذب کماے کو چپنا اُسے
 وہ نیچی نگاہیں مگر جھومن
 تکلف سے پہنے ریا کا لباس
 مگر خوش خوش شام کی ہر باک
 گرفتارِ خوف کے پنجے میں وہ
 کہ گھٹے سے جانیں سب اہل نما

نہ عالم نہ وہ کوئی صاحب کمال
 لیاقت تو یہ اور ایسا فصیح
 یہ اظہار لوگوں سے باجوہ کہ
 دھڑا آگے پہنکا ہوا تیل ماش
 گیا کوئی لیکر اگر کچھ اُمید
 اُس پر بھڑپن کی حرمت کمال
 بنا شیخ سد و جوہ ز پرست
 براور رُبا شیخ مجذبی کا وہ
 وہ فتنے کی پُر یادہ قامتِ مقصیر
 اُسے یاد و دوچارِ سفلیِ عمل
 نہ تصدیقِ مرشد نہ یادِ خدا
 پُر امنین نہیں بے یقین کچھ اثر
 نہ الفت خدا و نبی سے اُسے
 وہ دنیا کا عاشق اُسی کا خیال
 حد نفسِ شیطان سے اُفت

حماقت کے فن میں عظیم المثال
 نہ بولا کبھی لفظ کوئی صحیح
 کہ یہ ساری نخوت ہی میلِ جہد
 اُسے کالے سینڈھے کی ہر دم تلم
 تو پچھلے کہا مرغِ لاؤ سفید
 بھوانی کے بکرے اُس جلال
 ہٹیلے کے مرغے ہوا کہا کمرست
 دُلا را بہت کالی دیسی کا وہ
 غازیل کا وقتِ پیری مشر
 پُرا جس سے ایمان میں خل
 بھروسا اُسے نقش و اعمال کا
 کہ بہنِ فطرتی ساری نفع و ضرر
 نہ کچھ عشقِ مولا علی سے اُسے
 اُسے زندگی ماؤ من سے محال
 نبیِ فاطمہ سے عداوت اُسے

نے ساتھ ایک یوریلے ریا
 ہوا ہو سس کا وہ ہر دم کفیل
 جو دیکھا ہے اک مرد مہموش
 تشریب آکے اسوقت اس نے کہا
 کہا قاف سے آ رہا ہوں بھی
 کہا اسکا شہر بہت ہی نام
 کہا ہے یہاں کا جو شاہ جہاں
 کہا آج تشریف رکھیے یہاں
 یہ سنکر چلا وہ جستہ صفات
 پکارا ادھر سے کوئی نوجوان
 خبردار جانانہ تو اسکے ساتھ
 وہ اک مرد چالاک و عیار ہے
 ملا ہے اسے ورثہ مخروکہ کا
 نہیں مکر سے خالی یہ گفتمو
 یہ سنکر اوپر بڑھ کر اب نظیر
 کہا اسے یہ بغتہ شش حال
 ارکین دولت کو لیکر تمام

فقیری کی بوسے بھی نا آشنا
 خدا خلق دو نون کے اگر دلیل
 سراپا وفا سر بسر نور عشق
 کہاں سے تو آتا ہو امیر مہلقا
 ہے کیا نام اس شہر کا شاہی
 یہ کہیے یہاں آپ کا کیا کام
 مجھے اس سے ملنا ہے اس کاروان
 سحر کو دمان لے چلیں یہاں
 کہ ساتھ اسکے مسجد میں کاڑوہ را
 کہ اونٹنہ مشق جو رہتا ان
 پتہ تاروے گا ہاتھ پر رہے کہاتہ
 بہت سخت نا ابل و مکار ہے
 ابو جہل ہے نام مردود کا
 تو کہوئی نکر منزل آرزو
 ہوئے گرد اسکے امیر و فقیر
 کہ اسوقت وہ شاہ قدوسی خصال
 لب جو جاتا ہے دربارِ عام

دین ہو گا خسر و احمبند
 چلا جا اسی دم تو دربار میں
 وہاں کچھ سفارش کی جتا نہیں
 محبت سے جاتا ہے جو اسکا پاس
 یہ سنکر وہ دلدادہ ہے **قطر**

کہ میدان لی چاند فی ہر پسند
 بہنیں روک ٹوک اسکی بکریں
 کسی واسطے کی ضرورت نہیں
 عنایت پیش آتا ہے بمقیاس
 چلا سو سلطان میر و وزیر

رہمت

پلا اب وہ محی بھر کے ساقی ایان
 اٹھا جام دے راج روح روان
 پھکا دے تو بس آج ہی خوش گل
 شرام اک دن گل آفتاب
 شفق کی چمک مجھے چھپانے لگی
 ستارے ہو کر کچھ پر جلوہ گر
 میان سینان رشکِ قمر
 وہ محبوب یزدان بشیر و نذیر
 نزاکت ہر اک عضو میں جا لگیہ
 عجب رو تابان عجیب بے تاب
 وہ محبوب عالم شہِ اصفیا

ابد تک رہے جس روشن دماغ
 بنا دے مجھے جان پریشان
 کہ یوہین ہر تقدیر روزِ ازل
 لگا ڈالنے زعفرانی نقاب
 سیاہی سی ہر سمت چھپا لگی
 جلایا فلک نے چپراغِ قمر
 ہے اک مہر حسنِ ازل جلوہ گر
 فرستادہ خاص ربِ قید
 صباحت تمارِ یخ دل سپر
 کہ پر تو سے بجلی بنی موجِ آب
 حلیبِ خدا و ارشِ انبیا

زمین ہوا انسان ایسے جو ہمہ
 وہ سرقِ معلّٰ کی شانِ علا
 ازل سے ملی اسکو یہ برتری
 عروجِ سرِ بامِ اُمید ہے
 وہ گہونگر سے کچھ بالِ اسبجے ہوئے
 سیاہی میں وہ زلفِ کافور کا دل
 جو بتے میں خوبون کی تصویر ہے
 نہ کیوں اس جبین کی کرینِ بزمِ قد
 عجب و شنی ہر عجب آئے تاب
 یہ لوحِ دو عالم کی تفسیر ہے
 تجلی گہہ حسنِ زیباے حق
 زیادت گہہ خاصِ حسنِ قدیم
 وہ روشن گردِ دلِ کشاوہ جبین
 ہے خطِ جبین سے عیانِ لبیر
 یونہیں کاٹتے ہیں یہ مضمونِ تلام
 وہ ابرو قیامت کی سفالِ خلق
 چہرے تو نظیرِ کوئی تیرے گیا

مگر کفِ علمِ نور کی پہنچے شہید
 جہان تک نہ پہنچیں تا میں نہ
 کہ حاصل ہو کونین کی سوری
 وہ سرِ مایہِ نخبہ جیادیدار ہے
 کچھ اُبجے ہوئی کچھ وہ سبجے ہے
 شبِ ہجر بھی جس سے ہونِ مفضل
 بگڑنے میں عاشق کی تقدیر ہے
 کہ ہر آسانِ جلالت کی بدر
 کہ ہر سجدہ گاہِ جہدِ آفتاب
 جو پیش آتی ہے اس میں تیرے
 بیاضِ جمالِ دلِ آراستہ حق
 امانت گہہ نور رب کریم
 سرِ مطلعِ صبحِ منتِ شہسبین
 کہ خط کھینچ گیا خطِ تقدیر پر
 کہ تقدیر ہے ان کی مرضی کا نام
 جہنم خوفِ حق ہے نہ کچھ مالِ خلق
 جو سمٹے تو حد سے ستم بڑھ گیا

شب و روز رستی میں اس تکین
 کسی کو نہ بھر کر نظر دیکھنا
 اوہر دیکھنا ہوں جد ہر دل جلے
 شب و روز پھرتی ہر ساغ و ست
 وہ گوشت میں مست و شراب
 اڑی گاہن کے سہبا ز حسن
 کے صید عشاق کے مرغ ہوش
 کبھی سوچ کبہر محبت بنی

کہ یہ سر رہتی ہیں وہ تکین
 قیامت ہر و ساز فتنہ رفیق
 ابھی نگاہ میں خون میں بک
 کہ بجلی گراتی ہر دکھلا کے یہ
 بناتی ہے گھر جا کے پتھر میں یہ
 وہ برجی کی برجی نظر کی نظر
 کبھی سینہ با صفا کی طرف
 وہ لٹکا کے گیسو کبھی دیکھنا
 جو پھیرین چھری حلق عشاق
 کہ ملکر ملائیں کسے خاک میں
 اوہر دیکھتے ہی اوہر دیکھنا
 یہ طلب کہ ایس میں کچھ تو چلے
 کہ ہر ساقی جام عہد الست
 مگر کام سے اپنے ہشیار ہے
 بنی گاہ طاؤس طنا ز حسن
 پھری سو بومست و شہوہ فز
 کبھی شور و ریائے الفت بنی

دکھائی روانی یم ذوق کی
 بنی گاہ باغِ حقیقت کی بو
 سونگھائی شہیم ریاضِ است
 بنی صیقل تیغِ خوبی کہین
 کسی سے کیا دور لاف و گزاف
 کبھی بن گئی وہ کمندِ امید
 کبھی بامِ وصلت پہ پہنچا دیا
 کبھی ترش تیغِ قاتل بنی
 کہ جبکو وہ سفاکِ اشارا کرے
 کبھی دامنِ دشتِ وحشت بنی
 کسی کا کیا جامہٴ ننگِ چاک
 بنی گاہِ دربانِ بابِ کرم
 جو مغرور آیا گرایا اوسے
 یہی فاتحِ بابِ امید ہے
 عجب رنگِ مینِ ہریہِ ڈوبی ہوئی

سنائی صد اکر یہ شوق کی
 بنی گاہِ گردِ روِ آرزو
 کیا سنزلِ عشق کا بند و بست
 پری بن شیشے میں اُتری کہین
 کسی کا کیا دل کا آئینہ صاف
 کبھی رشتہٴ آرزو ہاے دید
 کبھی جلوہٴ یار دکھلا دیا
 کبھی بحرِ حسرت کا ساحل بنی
 یہ تلوار کے گھاٹ اُتارا کرے
 کبھی تارِ دامنِ رحمت بنی
 دیا گاہِ خلّت کا ملبوسِ پاک
 بنی کہہ عصا صغیفانِ غم
 جو عاشق گرا تو اٹھایا اوسے
 کلیدِ درِ گنجِ توحید ہے
 کہ باقی بہین نام کو بھی ملے

جود دل مل گیا خوب تو را اُسے
 وہ کھینچے ہوئے تیرے مگر کانکی سف
 اخفین سو جیتی ہی بہت دور کی
 وہ یلکین ہیں یا پر وہ حُسنِ بین
 وہ بینی کہ منتِ اِطو طلی خل
 اگر یہ نہو حُسنِ سب خاک ہے
 وہ رو نگارین بہارِ جمال
 وہ رخسارِ نازک وہ رنگینِ خدا
 وہ آئینہ صورتِ لم نزل
 وہ بدرِ جمالِ رخ تابدار
 وہ رخِ مطلع صبحِ حقِ یقین
 وہ رنگتِ گلابی نزاکتِ بہری
 حسین اس قدر وہ مہرِ دلنواز
 وہ تابندہ رخ صورتِ مہرِ نور
 نزاکت کا اُسکے یہ شہرہ ہی آج

غرض جب کو تا کا نہ چھوڑا اُسے
 کہ ہو طائرِ قدسِ جنگا ہدف
 کہ چو کی پہ بین چشمہ نور کی
 کہ مدت سے پرور وہ حُسنِ بین
 صفائی میں نہرِ لبِ منفعِل
 غرض چہرہ حُسن کی ناک ہے
 گل بوستانِ کمال و وصال
 ریاضِ لطافت کی تازہ بہار
 صفاے دل اہل حُسنِ عمل
 وہ محرابِ جلالِ خداوندگار
 صبحِ شگفتہ طمعِ حسین
 کہ جیسے کوئی نیکھڑی ہو دہری
 کہ خود حُسن کو اس کے جلوئے ناز
 بجلی وہ شعلہ شمعِ طور
 کہ شرم لے ہیں جس نازک مزاج

وہ مہرِ سعادت وہ بدرالدجرا
 فروزان ہے ایسا کہ نزدیک در
 گل جان کا پہلا ورق ہر پہی
 وہ لبہاے معجز بیان و فصیح
 کرین کیون نہ عشاق کو پھر حلال
 وہ ابر گہر بارِ شیرین زبان
 فصاحت کے دریا کی یکتا نہنگ
 کہ جو وہی ہو یہ ہے خستیا
 عصاے دل اہل بہت ہر یہ
 جو کہدی نہیں اسین کچھ شک و شبہ
 وہ گوشِ حسین را درِ نکات
 و معرفت کے وہ دو کان ہین
 وہ گردن کہ اہل صفا منفعیل
 نہ کیون قریب حق پہلوس مزید
 بھرے گول بازو وہ عالی وقفا

وہ شمعِ حقیقت و شمسِ انوار
 برابر انہی کا ہے آنکھو میں نور
 سیرِ صفہ صنع حق بنیہ ہی
 بہرین جگہ اعجاز کا دم سیر
 کہ بے پان کہائے وہ تر ہی ہین
 کرے جو کہ سر نیز کشت جہان
 کرے قافیہ جو بلاغت کا تنگ
 کہ ہے سیفِ مسکیم خداوند کا
 کلیدِ دریا ب رحمت ہے یہ
 اسے لوگ کہتے ہیں منشاغِ غیب
 سنا کرتے ہیں جو محبت کی بات
 عقیقِ سماعت کو وہ کان ہین
 صراحیِ بلور جس سے جھل
 کہ ہر یہ گزر گا حبلُ الوریڈ
 کہ ہو ماہی آسمان ہی تار

یہ نازک کلائی کا اُس گل کی نگ
 وہ پنجہ جو عشاق کا دستگیر
 وہ چہرہ کہ جس میں خدائیکار
 وہ ناخن کہ مہرِ سپہرِ کمال
 نشانے پہ جوڑین اگر تیر کو
 غضب کی وہ گرمی حسنِ شباب
 نہ کیوں اوس ملکہ ہو خوش ہر لیل
 اسی عالم وجد میں وہ جوان
 ستاروں کے مانند میر و وزیر
 یہ دیکھا تو وہ بے نظیرِ خیرین
 مگر روکنے کو اُٹھے کچھ شیر
 نہ روکے رُکا پر وہ کسینِ دلیر
 سبھوں کو ہٹا کر وہ عالی وقار
 ادا کر کے سارے رسمِ نیاز
 اٹھا شاہِ عالم اٹھایا اُسے

تصور بھی پھولوں کا ہو جیوننگ
 کہ پنجے میں جبکہ دو عالم اسیر
 وہ قدرتِ سلیمان بجز جس سے
 بنائیں جو ہر دم نیا اک ہلال
 بناوین وہ تقدیر تدبیر کو
 کہ جبہ دل قدسیان ہو کیا
 کہ خوشبو ہو وہ دونوں عالم میں
 سودب گیا پیش شاہِ جہان
 فراہم ہیں گردشِ دستگیر
 بڑھا بہرِ پاپوس سلطانِ دین
 کہ جانے نہ پائے اُدھر بے نظیر
 کہ ہوتا ہی شیرون کا بچہ بھی شیر
 گیا پیش محبوب پر دروگاہ
 ہوا وہ قدمبوس شاہِ حجاز
 گلے سے اوسیم لگایا اُسے

کہا تجھ پہ کیا ایسی آفت پڑی
 کہا میں ستم دیدہ محسب ریاز
 کبھی تہاشب و روز مرگرم ناز
 ہوا باب غفلت و خل یہاں
 یہ کہہ کر سنایا سب احوال خواب
 کہا اس شہنشاہ دین کے ہاں -
 مجھے ہی دکھایا اُسی نے یہ خواب
 وہ آرام سے دل شکستہ بہت
 وہ جو کچھ کہے دل سحرنا قبول
 حضور ہی ہوئی ہے جو حال تجھ
 مرا یہ ناز و عشرت ہے تو
 بسر کر مرے ساتھ آرام سے
 یہ کہہ کر بٹھایا اُسے جائے صدف
 غرض جتنے موجود تھے اہل دین
 اسی طرح ہر ایک میرو و زیر

کہ طے کر کے آیا یہ منزل کڑی
 امان خواہ آنا ہوں باحال زار
 پر اب ہوں اسپر سیم مجاز
 بہنیں مذاہب مخلص کا نشان
 وہ ارشادِ محمدی ہدایت آب
 میں پہلے سے ہوں واقف آستان
 کہ آتے ہی کرنا اُسے فیض یاب
 ہے تیرا امتِ خستہ بہت
 کہ ہو وصلِ محبوبا و سکو حصول
 بنا دوں گا انسانِ کامل تجھے
 یہاں صدرِ بزمِ محبت ہی تو
 چھکا دوں گا توحید کے جام
 رخِ زرداوس کا کیا رشکِ بد
 لے اُس سے باحنِ صدیقین
 ہوا حکمِ حاکم سے فرمان پذیر

جلیل حسین عالم دوزی وقار وہ شمع ہدایت میں نہ لگا	رہنیق اس کو شہ دوزی مہیما جو گزری تہیال پر وہ کہنے لگا
---	---

بشارت و تصدیق

پلا ساقیا بادہ وصل یار دے جاوہی مایہ اختصاص چمکا مجھ کو حجامِ بشارت آج شب وصل آئی گیارہ روز ہجر افتخ پر شرم ہی ماہتاب درختوں پہ چاندی سی چہنہ لگی روپہلی کرن آسمان پر تمام پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک وہ مل مل کے ابھرک شعاعِ قمر برسنے لگا نور افلاک سے ہوا اسقدر روشنی کا دفر بنے آئینہ سارے دیوار و در	کہ ہو چودھویں شب کی دونی بہار ازل سے ہون میں تیرا محراب بنا کامل اپنی غایت سے آج مبدل ہوا ساز سے سوز ہجر وہ چمکا اٹھا کر بسنتی نقاب تجلی بھی اٹھلا کے بڑھنے لگی اڑانے لگی ریزہ سپرِ خام وہ کہانے لگی موج دریا چمک چھڑکنے لگی سطحِ آب پر تجلی اُبلنے لگی خاک سے بنی ہر کرن تار بارانِ نور سفیدی پہری ہر در و بام پر
--	---

تجلی کثافت کو دُھونے لگی
 نظر آتے ہیں ٹیکے جو ادھر
 بلندی پہ اب بدر آنے لگا
 بہت تل بنے دیدہ حور مین
 جو تھے خاص خاص اور معمولی
 پکڑ کر ضیا اکہکشان کی کند
 ضیا چمکی داغ جگر کی بہت
 اندھیرے کو سایہ رتنے لگا
 ہے اس ناز سے چاندنی جلوہ گر
 تجلی سے وادی یہ معمور ہے
 وہ پہول اجلے اجلے بیچ سنا
 دکھاتے ہیں اس وقت کیسی بہا
 چمک ریگ پر صحن بلور کی
 یہ عالم جو دیکھا تو شکل کتان
 شعاعوں سے اڑنے لگی جو شہ

مکانوں پہ قلمی سی ہونے لگی
 وہ کوہ صفا بن گئے سرسبز
 ستاروں کو نچا دکھانے لگا
 بہت چھپ گئے چادر نور مین
 وہی کچھ جھلکتے رہے دور دور
 گئی تا سیر بام بخت بلند
 بڑھی کوچ چراغ قمر کی بہت
 درختوں پہ جو بن برسے لگا
 کہہ سکتے کے عالم مین بہت ہر شجر
 کہ سوچ ہو اوجہ نور ہے
 کٹوری سی چاندی کی سر پر
 کہ ہوں ٹوٹ کر جن پہ تاریک
 بچھائی ہوئے چاندنی نور کی
 ہو پارہ پارہ دل عاشقان
 سوئے چرخ اٹھے کبک پر کہوں کہ

لگے بہو کنے اٹھ کے گئے کہین
 ہر اک حاسد ایسا ہی بکتا رہا
 مٹا رفتہ رفتہ وہ شور و غیب
 چکنے لگا سر پہ بدرِ منیر
 پیے لطفِ نظارہ نورِ ماہ
 طبقِ مین زبرد کے در شاہوا
 ملک ٹپکہ چاندی کا باند ہے ہوگا
 وہ بھیگی ہوئی آبِ رحمت گرات
 وہ شبِ بنم کی خنکی وہ ٹہنڈی ہوا
 وہ شاخون کا جھکنا لچک کر کہین
 وہ میدانِ مین چاندنی کا سماں
 نجوم و قمر کا وہ عکس آبِ من
 وہ ہر سمت چھایا ہوا نورِ بدر
 بھری نور سے ڈالی ڈالی تمام
 نہ کوئی مصاحب نہ کوئی مشیر

مچانے لگے شور کو تے کہین
 مگر بدرِ تابان چمکتا رہا
 گئی تاکر زلفِ لیلائے شب
 بنا مقبہ نورِ حسیں مسیر
 چڑھا بام پر وہ شہِ عرش جاہ
 قمرِ حن کے لایا برائے نثار
 پھرا اگر داس شاہِ ذیجاہ کے
 کہ تر دامنوں کی ہو جس سنجات
 وہ اشجارِ آبِ روان کی فضا
 وہ لہروں کا اٹھنا چمک کر کہین
 وہ شبِ بنم کا گردِ دُکے کچھ دھوا
 وہ پانی مین جلتی ہوئی مشعلین
 وہ شبِ لیلۃ القدر کو جسکی قدر
 وہ غبار سے بزمِ خالی تمام
 حضوری مین حاضر فقط بینی طیر

وہ اشعار پڑھنا چھتے ہوئے
 ہوا اسکے اُس شاہِ دین کو سورا
 وہی ساتھی جامِ عرفان بنا
 میسر ہوئی قسمتوں سے یہ رات
 وہ ساغر پہ ساغر چڑھاتے گئے
 لُند ہے خم پہ خم اور سُبُو پر سُبُو
 بہت دیر پیتے پلاتے رہے
 ہر اک اشکِ شادی پہا لگا
 ہوا نشہ بخودی کا یہ جوش
 محبتِ دوئی کو مٹانے لگی
 بنا بسترِ عیشِ حُسنِ قبول
 چمکنے لگا چہرہ اُمتِ کا
 کلی آرزو کی چٹکنے لگی
 متِ مینِ ہدمِ نبینِ شوق کی
 گلے سے لگی مدعا کی اُمتِ گ

وہ خاص اسکے جلے پھر کتو ہوئے
 لگا چلنے دو یہ شرابِ طہور
 وہی قاسمِ آبِ حیاتِ حیات
 پیال کے دو نونِ نوابِ حیات
 لگا نارستی بڑھاتے گئے
 وٹھلی جاے ہر دم ہی آرزو
 محبت کے نشے جاتے رہے
 لبِ جامِ ہنس کر رو لگانے لگا
 کیونکہ باقی رہا اپنا ہوش
 تکلف کا پردہ اٹھانے لگی
 بچھانے لگی شوخیِ نازِ بچول
 لگا ہون میں رنگِ آگیا دید کا
 وفا پنکٹری سی چمکنے لگی
 مرادونِ مینِ بواگسیِ ذوق کی
 بندھا حضرتِ آہِ و زار کا شنگ

غمِ دل کا چلتا ہوا از وہام
 خوشی قلب کو نگہ اسنے لگی
 ملی تازہ بو گیوسے یار کی
 ہوس دل میں پہلو بدنے لگی
 سکون و ر و دل سے ہوا بکنا
 طرب آکے تشویش کھوٹنے لگی
 دل و سینہ کے زخم بہنے لگے
 ہوا شوق کا ضبط پروسترس
 یقین نے اٹھالی گمان کی نقا
 شک و ریب روپوش ہونے لگے
 نگاہیں لگین کہنے پیغام شوق
 اب سے بڑھیں گے گستاخان
 راہوئے نئے داؤن چلنے لگو
 بڑا گرمی شوق سے ساز و بان
 طبیعت کی شوخی بھی و مبدم

قلق نے کیا دور ہی سلام
 مسرت سی چھڑو پہ چھانی لگی
 کسٹین بیڑیاں بند انکار کی
 نکلنے کو حسرت مچھلنے لگی
 تسلی ہوئی مونس جانِ نرا
 بغلیں تسکین ہونے لگی
 انگون کے جو بن بھرنے لگے
 بڑھا جوش میں آکے دست ہوتا
 نظر آئی ہر آرزو بے حجاب
 مقاصد ہم آغوش ہونے لگے
 تمنائے چو سالب جامِ عشق
 مرادین لپٹ کر نیند و صلا
 وہ برسوں کے ارمان نکلتے لگو
 عرق بن کے ٹپکا جھین نیاز
 رکاوٹ کی باتیں ہو بیخِ کلام

ملا سازِ تقدیر سے سازِ وصل
 مسجِ بخش تو فیوں پہننے لگی
 آسودگی خوب سیہم رہی
 نہ باقی رہی دل میں کوئی ہوش
 یہ سنکر بنا خود فراموش وہ
 سنبھالا کامِ ضبطِ چالاک نے
 کہا شہ نے اے مایہ خفاص
 رہی اسکی تصدیق ای نیک نام
 ملا ہے مجھے حکمِ مہرِ نیر
 خدا نے دیا سب تجھے بے ریا
 ازل سے ہے تو عاشقِ نازِ حق
 چلے گا ترا حکمِ افساقِ مین
 تری دم سے پھیلے گا دنیا میں جو
 تجھے ہم نے عالم دے دین نرا
 علامہ برینِ میثار اہلِ دین

بجا پر وسے میں نغمہ رازِ وصل
 تصور کی تصدیق ہونے لگی
 وہی خلوتِ اُنسِ محرم ہی
 عنایتِ پکاری کہ اشدِ بس
 ہوا جوشِ سستی سے بیہوش وہ
 دے چھپتے آبِ رخِ پاک نے
 ازل سے ہی تو میرا محبوبِ خاص
 مین تیرا ہی ہو کر رہو گا دام
 لقبِ دون تجھے عاشقِ منظم
 ولی۔ عھکدا تا ابد کرو پا
 ہوا آج صد شکرِ مختارِ حق
 کہ تو صد رہی بزمِ عاشاقِ مین
 کرینگے ترے نام سے عشقِ ازل
 مرید اور ہر دم تری جانِ شا
 تری دم سے پائین گئے راہِ یقین

کرینگے تری پیروی خاص عام
 چڑھے گا جودل سے اسے اکیبار
 زہت رحمت اسی عاشق ذوالجلال
 تجھے احتیاج دعا کچھ نہیں
 بشارت دئے جانا ہے وہ بشر
 کہ یارب کہان میں یہ جنت کہاں
 اسی فکر میں غرق ہو وہ حسین
 جو دیکھتا ہے غور سے اکیبار
 کہ مہرِ نیر کے اس دل میں
 بچھ دیکھا تو وہ عاشق پاک باز
 کھاگر کے قدموں پہ اسے پاکدشت
 اسی کی رہی آج تک دوڑدھوپ
 ازل کی وہ باتیں بھی کچھ یاد ہیں
 تکلف نہ رکھئے روا اسے کریم
 بچھ کسو اسے رنگ لاسے حضور

کہ ہر وحی و احسام تیرا کلام
 وہ ہو گا دلی صاحب اختیار
 کہ خود منتظم اب ہے تیرا خیال
 کہ مرضی پہ تیری ہر بات میں
 تجھ میں ہے خسر و منتظر
 کیا جس نے محبوب رب جہان
 کہ یاد آگئی اسکو لوح یقین
 تو یہ راز اس سے ہوا آشکار
 تجھے آزماتا ہے اس بھلیں میں
 پھر اگر داسکے زروئے نیاز
 بھلا اس میں پرد کی تہی کون بات
 یہاں آپ بیٹھے ہیں بدیہ پر
 محبت کی گھاتیں ہی کچھ یاد ہیں
 کہ ہوں اپکا آشناقت رحم
 کہ اس جلوے میں آج آئے حضور

بلایا مجھے قدس کے دیں میں
 بجلا اس میں کیا مصلحت تھی حضور
 کہا میں نہ آتا جو اچھوٹا صفت
 فقط تیری خاطر میں آیا یہاں
 اسی واسطے میں نے بدلا یہ ہیں
 سحر ہو تو کہو لون میں بابِ نجات
 کہ زادِ سفر ہو وہ حسنِ مسلسل
 پہنچ کر تو اُس منزلِ عشق پر
 وہ اہلِ محبت وہ اہلِ طریق
 سناجب یہاں شاد مہرِ نیر

یہاں آپ بیٹھے ہیں اس بھین میں
 جزا سکے کہ چکر میں کہا دن ضرور
 دکھانا ہے کون بابِ نجات
 محبت کا نقشہ تپا یا یہاں
 کہ مگر تجھے لچلون اپنے دیں
 تجھے بختِ دون حاصل کیا
 مرے ساتھ پہر تو سو قدسِ جل
 بڑے چین سے تا ابد کر
 وہیں آ رہیں گے تیری بیستغنیق
 نوڑنے لگا وہ دینِ مستطیر

غزل

محبت کا جذب و اثر دیکھئے
 کبھی تنکو لکھتے تھے ہم شوقِ دید
 کسی کا وہ منہ پیر کر بیٹھنا
 کجی میری قسمت کی پہر دیکھنا

وہ خود اپنے آئے خبر دیکھئے
 وہی آج ہیں نامہ برد دیکھئے
 کسی کا وہ کہنا ادھر دیکھئے
 ذری اپنی برجھی نظر دیکھئے

<p>اسی پر ہے نازِ نگاہِ کریم یہاں نگین بہت ہیں بہترین فرشتہ کوئی عشق کہتا تھا کوئی جنون وہ آخر لے بات کی بات میں بہت خوبصورت ہیں یوسف مگر اس آئینہ خانہ میں حیرت ہے یہ</p>	<p>میں ٹرپوں اور آپاں دیکھ کر وہ آئے ہیں اب راہ پر دیکھئے بتاتا ہے کیا چارہ گردیکھئے وہ طول اور یہ مختصر دیکھئے ذرا آپ کو دیکھ کر دیکھئے کے دیکھئے اور کدھر دیکھئے</p>
---	---

نہیں کہوتے انکے کیوں منتظر
وہ آتا ہے کوئی اور دیکھئے

بابِ نجات

<p>پلا اب وہ می ساقی پاکذات اچھوتی دے وہ دختر زنجہ بنامست دینچو مٹا حجبِ سیر اٹھا جامِ کربلہ رنجِ لال وہی خوب ہیں جو کہ رہتی بہت وہ عود کی کہ دوینِ محبت میں ہم</p>	<p>بنے حلقہ بجامِ بابِ نجات کہ ہو دم یہ قابو د عادون تجھے کہ دیکھوں میں اپنی ہی عالم کی سیر کہ دنیا سے اس سے خوابِ خیال غمِ منیت لنگو نہ کچھ فکرِ بہت کہ رہتی ہو شادی رہتا ہر غم</p>
--	---

مجھے مست کر کر تو پہونچا دو ان
 نہ چھوٹے مگر یہ سلامت روی
 ہر اک راز کی پاس داری رہو
 نہ لغزش ہو کچھ خود پرستی میں بھی
 چھڑا دے خیال حیات و مہلت
 وہ جی دگے جو کہ یوں تجسیر
 اٹھا جام دے بہر آبِ ہر شراب
 مری مے پرستی کی وہ شان ہو
 جرم سے نہ مطلب نہودی سے
 نہ اغیار کام آئیں گے کچھ نہ یا
 پلا ساغِ عشق کر شاد کام
 کہانتک میں افسانہ کل سنون
 پلا بادہ پھر سخنِ مری داستان
 نہ گھبراؤں کیون دورِ ایام
 رہیگانہ کوئی رہا نہ غلطیہ

انا الحق۔ کہے ذرہ ذرہ جہان
 کہ پی کر اُبلتے ہیں کم ظرف ہی
 بھکنے میں بھی ہر شکاری سے
 قدم ٹکھڑ میں نہستی میں بھی
 کہ دنیا کے سب کام ہیں بے ثبات
 نہ جنت کا غم ہو نہ دوزخ کا ڈر
 جو دے لے اٹھا دے دوئی کا جفا
 جہان خود پرستی بھی بایں ہو
 لگاوٹ نہ باقی رہے غیر سے
 خیالی ہیں سارے نقش و نگار
 ہے دنیا فقط ایک دیکھو کا نام
 کھانتک ملاحی کا قلقل سنون
 کہ ہے جام آئینہ رستان
 صدا آ رہی ہے لب جام سے
 رہے نام اللہ کا غلطیہ

ہم وہ دور ہے جز خداوندگار
 نہیں جز ترے جو کسی کو بقا
 نہیں جانا کوئی دم کا شمار
 شفق نے گرائی جو خم سے شراب
 حیا صبح کی مچھر کھونے لگا
 چلی ٹکڑاتی نسیم سحر
 سنبھالے ہو آپ کو بنی ظہر
 ملاراہ میں حیلہ نامور
 میں جانے کو تھا خدمت شاہین
 ذرا اتنی تکلیف نہ رایے
 یہ سنکر چلا وہ شہ در جہان
 اسے یہی غرض ساتھ لیکر وہ شاہ
 یہ آمین شایستہ دلپذیر
 وہ سلطان عالی نسب فی کمال
 ہوئی رخصت درد و غم ناگزیر

کیسا بھی ہرگز نہیں استبا
 مجھ ذات میں اپنی کرتو فنا
 نہ ٹوٹے کبھی جامِ زہین کا مار
 اٹھا تھا ہوا آفتاب
 دماغ ہوا گرم ہونے لگا
 شاعین بڑھیں نشہ میں جہم کر
 چلا سوے دربار مہر مہر
 یہ پہنچائی اس باد فانی خبر
 مگر آپ ہی مل گئے راہ میں
 جو ابھر کو بھی ساتھ لیجائیے
 وہ جس جافروکش تہی آبادان
 گیا پیش سلطان گیتی پناہ
 ہوئی وہ قدم بوس مہر مہر
 بہت خوش ہوا بعد نقیشتِ حال
 ہوا موردِ صد کرم بنظیر

بھا کر نہ راہِ غایت اُسے
 کہا ہے ہی حاصلِ کائنات
 یہ کہراٹھا جتنے وہ سب کے سب
 ذری دور جا کر رگشاہِ دین
 بڑی لوح پر جو نظر اکیبار
 یہ لکھا ہے عاشقِ منبیطیر
 اسی میں تو چپٹا اب آخوش صفا
 پڑا یہ تو فوراً شبِ منبیطیر
 دکھائی دیا سانسے ایک باب
 وہ بابِ سعادت بلند تقدیر
 نگہبانِ ہزاروں پیادہ سوار
 اوہنوں نے جو دیکھا اٹھا کر نظر
 برابر کھڑے ہو گئے اک طرف
 قریب آگیا جب وہ عالی تبار
 لئے ساتھ اسکو بصدِ غر و شان

دیا سو نہ گنجِ محبت اسے
 اسے لیکے جاسوئے بابِ بخت
 روانہ ہوئے ساتھ با صد ادب
 کھنا دیکھہ اب اپنی لوحِ یقین
 تو کیا دیکھتا ہے وہ عالی وقار
 اٹھا جلد و امانِ مہرِ منیر
 نظر آئے تاجِ کھو بابِ نجات
 چھپا زبرد امانِ مہرِ منیر
 بجلی میں رشکِ سہ و آفتاب
 کہ شکل سے کسو نہ پھرے نظر
 فرشتوں کا یہی ہونہ اسکا گزار
 کہ آتا ہے شاہنشاہِ نامور
 جھکے بہرِ تسلیم وہ صف بہ صف
 قدم آکے سب نے لئے اکیبار
 ہوا داخلِ بابِ شاہِ جہان

ہوئی ختم جہوقت وہ حد باب	تو بولا وہ سلطان رحمت مآب
ذرا دیکھا اب لوح ای بنی طیر	کہ کہتی ہی وہ کیا حکم تدبیر
یہ سنکر جوین لوح پر کی نظر	تو اپنی ہی تصویر تھی جلوہ گر
نہ اور اک شادی نہ ماتم رہا	فقط ایک حیرت کا عالم رہا

وادی حیرت

پلا اب وہ مے ساقی مہجین	کہ آئی نہ بجائے لوح یقین
وے جائے خوش پڑے جاوڑو	بناوے مچھ مست علم وجود
وہ مے دے کہ ہوا سکا عین یقین	کہ انسان ہی ہر کتاب تکین
فلک پر اوڑا وہ سنہرا غبار	سنوڑ ہوے وادی کو ہزار
خجوم اپنی ہستی کو کہو نیلگے	تختی میں رو پوش ہو نیلگے
سحر کیلئے آئینہ آفتاب	ہوئی جلوہ افکن بصدب تاب
مطلعا بجاڑو کی ڈچوٹان	دکھاتی ہیں اسوقت کیا کیا مان
ہرے نخل اُنیز را نشان کرن	شعاؤں کی وہ کوپون پر پہن
وہ سہنہ پودے طراوت بہر	وہ شفات چشمے لطافت بہر
وہ شبنم کی بوہوئی ہری ہینان	زمرہ کی وہ قدرتی کلیان

وہ پانی کا جھرنادہ چاندی کے تار
 سر شاخ پہ لوٹا گھٹا کہین
 وہ گدرا پہل پہر شجر بارور
 کہین لالہ سنج ساندو دشمن
 وہ نکہرا ہوا چہرہ نو نہال
 کہین پہل پہل بچوے کہین مرغزار
 جاسر و کوہی کا دنگل کہین
 وہ گنجان شاخیں شجر سایہ دار
 کہین طائرانِ حسنہ نعمت زن
 کہین غول کے غول رغا غزل
 پرندو کا جھرمٹ برنگِ سحاب
 وہ دوریا کا موجین کہین مارنا
 کہین غار میں جاگزیں تیسندو
 پرندو کا جنگل میں وہ گہونا
 کہین گنڈ پر وہ گہنی جھاڑیاں

وہ شیشے کی چاور وہ صابنا
 گلے گل کے نہر و گاہنا کہین
 چھا پڑتا ہے جو بن اشجار پر
 کہین زکس مست حیرت فروش
 وہ بکھرے ہوئے سبیل تکیاں
 ریاحین خورد کہین بے شمار
 چرند و گاہنگل میں منگل کہین
 پھاڑو سکے دامن میں وہ سبوزا
 کہین چوڑی بہر رہے ہن ہن
 پری کے پرے مرغِ یاقوتِ بال
 کہین جھنڈ چڑیو کا بالائے آب
 کھارون میں شیروں کا سہکار
 کہین کہو میں بیٹھے ہوئے اردو
 کہین ہاتھیوں کا کھڑی جھومنا
 دو دو دام حسین ہزاروں نہا

<p> چٹا زونپہ وہ چادر آب صاف کہیں گہاٹوں پر رندوں کا زور وہ کیلے کا جنگل وہ آبِ روان وہ گلون کا چہرہ ناچا گاہین سایں سنگِ مرمر کی با آب و تاب ذرا دور چل کر بیابان میں ملاطم ہے امواج کا استدر یہ سہے مگر کوئی مردِ حیدر جد ہر آنکھ اٹھا لے وہ جاہر یہ عالمِ تختِ کابرات میں کھڑے ترود کی حالت میں کھڑا سوچا ہے وہ نازک مزاج ہوا محو حیرت جو وہ خوشِ عمل </p>	<p> سہ چاندی کے پیر کا جیسے غلام کہیں ڈالیوں پر رندوں کا شور ترائی میں لاکھوں جڑی بوٹیوں بچنا بنرِ قالینِ حیرت میں دکھانے لگین پر تو آفتاب روان ایک دریا ہی میدان میں کہ آتا نہیں وہ کنارہ نظر نہیں دیکھتا کچھ ہی اپنے سوا تو اپنی ہی تصویر ہے جلوہ جگر کہ جو شے ہے وہ اپنی ہی دایہ سچنا ہے بہت سخت حیرت میں کھان لائی ہے مجھ کو تقدیر آج نو گہرا کے پڑھنے لگا یہ غزل </p>
---	--

عزل

یہ کیا ہی ہیں خیر شیر ہی ہیں	سراک شے کے نفع و ضرر ہی ہیں
------------------------------	-----------------------------

ہین نخل و سنہو عسری ہین
 ہین مخبر حق خبر ہی ہین
 ہین صاحب خانہ گھڑی ہین
 ادھر ہی ہین ہین ادھر ہی ہین
 ہین طول ہی مختصر ہی ہین
 تماشے اہل نظر ہی ہین
 قضا ہی ہین ہین قدر ہی ہین

ہین کوہ و دادی ہین جواب
 ہین مین موخ ہین داستان
 ہین و برو عسری خدا و صنم
 ہین لامکان مین ہین ہر گنہ
 ہین و قمر کل ہین لفظ کُن
 ہین خود و سقر ہین خود نگاہ
 ہین نیست ہین خود ہین ہست ہین

ہین نغیر جاتان ہین منظر
 ہین ذات باری بشری ہین

اُسے لوح یاد آگئی ایک بار
 نظر آئی پہر اپنی صورت وہی
 لگا پوچھنے کیا کروں اب یہاں
 یہ وہی حیرت کا ہی سبب اثر
 نہاں پرانہن مین ہی مہر منیر
 کہ تا تجھ یہ باز ہوا آشکار

اسی نگش مین سدا بام کار
 مگر وہ تو پہلے سے آئینہ تھی
 اسی شکل سے پروہ رخا جوان
 وہ کہنے لگی اے شہ بانبر
 تری شکل ہر جا ہو جو جا ہو گیر
 تلوں یہاں تو کر خست بار

ہے ساتھ تیرے تغیر نہو
 پکڑے تو دامن اسی مرد کا
 جو ہو رلطاؤں شاہ و سیدار
 جو اس بحرِ حیرت سے جا گذر
 یہ تجھاتو وہ حسد و نامدار
 بدلتا گیا جیسے طے وہ رنگ
 نظر آئی اک صورتِ غنیمت
 یہ دیکھا تو وہ خسرو و جہان
 جد ہر سے وہ دنیا ہوتے گئے
 نظر آئی اک کشتی امتحان
 چلی جس گہری موجِ بادِ مراد
 گئے جب کہ دھارے میں نہ نیک
 جو طوفانِ حسرت ہوا اٹکا
 بدلنے لگا رنگ ہر با خدا
 یہ کہتا ہے گو ہو خفا جی سے تم

سمجھئے سر اس صورتِ پاک
 نہ اندیشہ کر گرم کا سرد کا
 ابھی پار ہو بحرِ وقت سے
 پہنچ جائے تادشت ہو بیخ
 بدلنے لگا حالتینِ شہسار
 وہ تکلین بدلتی رہیں بید رنگ
 کہ ہر گز نہ ہیں وہ تغیرِ پزیر
 ہوا اک طرف ساتھ اسکا روان
 بہت لوگ ہمراہ ہوتے گئے
 ہوئے سب سوار اس پہ باغ و شان
 روانہ ہوئے سب وہ عالی نژاد
 مہنور میں پڑی کشتی آرزو
 ہوئے خوفِ سرب کے سب بقا
 مگر ایک حالت پہ ہی نا خدا
 کہ کہیں کوؤ پڑنا نہ کشتی سے تم

کیا ایک وہ گھبرا گئے اس قدر
مگر لوح کے حبس تیر شاہ
بیت کو ششون سے غرض ناخدا
کنارے پہونچکے یہ پٹھری صلاح
کہ بدو رہتے ہیں سبھا لو نہیں
غرض ملکہ و دونوں وہ عالی خصال
کنارے جو پہونچے بحکم قدیر
تو اُس آئینے میں یہ آیا نظر
نہ تنہا یہ پیش نظر ہے

کرسے بحر زخار میں بخیر
راہ ہر جنس روین سپاہ
کنارے پہ کشتی کو لے ہی گیا
کہ اس وقت ہر بس سی میں ظلام
بھٹنے بچنے بن خالو انہیں
جہان تک ملے انکو لائے کمال
لگا دیکھنے لوح کو بظہیر
کہ تصویر محبوب ہے جلوہ گر
جد ہر آنکھ اٹھانی او ہر مہر ہے

دشت ہو

کہاں ہے تو ساقی یہ کیا طور
بنا جلد بخود ترسے دم کی خیر
وہ دے دے کہ وہ دن جسکو تو غافل
شب غم کی زخمت وہ پچھلا پھر
اتھو جاگو کی ہر طرف ہر پکار

کہ ہر سو ہوا خدا کا دور ہے
کہاں تک یہ کثرت میں وحد کی
فنا کر دے مجھ کی ذات میں
وہ تارونکی حیاں وہ نسیم سحر
سحر کہا کے فارغ ہو کر روزہ دا

تجلی رحمت کا سہرو ظہور
 وہ کچھ کچھ چمکنے لگیں کوئلیں
 پیہو پیہو دل پر لگائی وہ چٹ
 تجلی نشان گنبد آسمان
 طیسو سحر گرم حمد و سپاس
 کوئی لے بڑانا ہوا جوش میں
 کوئی لٹکری لارہا ہے کہیں
 خوش تائید ڈری سیریلی صدا
 کوئی زمرہ سنج اس آج سے
 دکھاتا ہے کوئی رکھب کی ہوا
 لگانا ہے وہیوٹ کوئی اسطرح
 چڑھی اثری تہم کی چل پہرین
 وہ جھوٹ اور سم کی کہت پر بیہوا
 کوئی کر رہا ہے وہ مشق سند
 کوئی بول اور گت پہ نغمہ سرا

بیرون اڑنے لگے وہ طیسور
 کھر داڑاڑا نے لگیں کوئلیں
 کہ معشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ
 منور سحر کا سہانا سامان
 تاسنج مرغان زرین لباب
 ہر آتش فگن خرمن ہوش میں
 کوئی میت ٹہری در رہا ہے کہیں
 ہر اک رنگ کے چھچھو جابجا
 کہ آڑی نکلتی سے لہان سے
 کوئی اپنے پنجم کے سپر نشار
 کہ سراپے قبضہ میں ہو جس طرح
 وہ گندار پر زمرہ دل نشین
 وہ کو تو نکلی باد سی سرو کا اتار
 دکھاتا ہے وہن کی کوئی شدو
 کوئی جو باد اور انتر سے پر خدا

وہ ہمتی ہیں پیل کی جو پتیاں
 کہیں ٹپ کی دون کا شور
 صداؤں سے گونجا ہوا بن تمام
 سنا یہ ذکر خفی و جلی
 ہوا نمونہ سفر میں دماغ
 کنارے آگے بڑا بد نظیر
 ملا اک کفِ ست میاں رنگ
 وہ بالو کے ٹیلے وہ اُبلے بھاڑ
 ہوا کے وہ جھونکے خدا کی پناہ
 قریب آگے ہو پھر جب مان
 شریکے ذرے جڑنے لگے
 گرد مکتبات یہی بن نظیر
 ہوا و جدین کے نغمہ سرا

بجاتی ہیں ہر تال پر تالیان
 کہیں آڑے چو تالے کا زور
 درختوں پر حیرت کا جوں تمام
 اٹھا بستر خواب کے مہم بھی
 صدا سے جس نگیا شور زراغ
 وہی ہر طرف شکل مہرِ نیر
 بعد ہر دیکھئے اک بیابان ریگ
 کہیں چاندی ٹکروں کی وہ آڑ
 کہ جن تصور کی دہندلی نگاہ
 ترش سے ہوئی ریگ آتش فشان
 ہوئے کوہ آتش فشان ٹکیر
 یہاں ذرہ ذرہ ہی مہرِ نیر
 تو پیدا ہوئی ہر طرف یہ صدا

غزل

جدہ ہو دیکھو ان جلوہ نما ہے وہی

مرے جان و دل میں بنگاہی

وہی راہ رو ہے وہی رہسنا
 وہی بادِ صحر وہی گردِ راہ
 وہی منزلِ عشق میں میلِ راہ
 وہی سب سے اول۔ اسی کا ظہور
 وہی سب کی صورت ہی سب کا جان
 وہی ساقیِ حق وہی محتسب
 ہر اک جسم میں ہے وہی بس خوش
 وہی خود مرض ہے وہی خود دوا
 کبھی دیکھتا تھا میں نیزنگے ہر
 وہی ذاتِ مطلق وہی متبیطیر
 یہ پڑھتا ہوا جا رہا ہے وہ شاہ
 نظرِ لوح پر کی جو زیرِ سپہر
 اسی شکل سے وہ شہرِ کاروان
 رہوں کب تک اس حالِ زینِ اسیر
 وہ تصویرِ بولی کہ اے کاروان

وہی مقتدی مقتدا سے وہی
 وہی ریگ موج صبا ہے وہی
 نشانِ روئے مدعا ہے وہی
 وہی سب کا بانی بنا ہے وہی
 وہی سب سے اصل جدا ہے وہی
 وہی رند ہے پارِ ساہی وہی
 ہر آواز میں بولتا ہے وہی
 ہر آواز کی خود شفا ہے وہی
 گناہوں میں اب پہر رہا ہے وہی
 وہی شکلِ انسان خدا ہے وہی
 گیا بیٹھ اک جاگر بھر کے آہ
 تو دیکھی پھر اسٹین ہی کل مہر
 یہ کہنے لگا کیا کر دن اب یہاں
 جسے دیکھتا ہوں وہ مہرِ منیر
 سدا دے تو اب قید صورتِ بہاں

فقط اپنے ہی دل سے کچھ مدعا
 ہر اک عزم ہر فعل کو اسے جری
 ترے دلیں جو آئے گریہ ہر
 ملے آگ بھی تو نہ رگنا کہیں
 جو ہو بے تکلف تو ہر بات میں
 سوئے قدس حبوت ہو گا گزر
 کہ میں کون ہوں اور کیا کھان
 یہاں تو مشادے قیود صفا
 گئی ہے جو وہ اک مسرت قیم
 وہاں سوئے راست استقی
 سر راہ ہے ایک تخت روان
 یہ گوسب نظر آئینے شکل مہر
 لگو پوچھنا دل سے ایسا زہنت
 سوارا یہ ہونا تو باکر و سر
 رہیگانہ عشوق و عاشق میں فصل

کسی غیر سے تو نہ رکھ واسطہ
 سمجھئے ٹھیک ہے اسکا وہی
 کہ جانی رہے کیفیت لم یہ جیک
 کہ آجائے قدرت کا حق یقین
 ملے جا کے محبوب کی ذات میں
 تجھے خود ہنوں گی کچھ اسکی خبر
 نہ تمسیر ہو گی کسی کی وہاں
 وہاں خود نہ رہ جائیگی قید ذات
 چلا جا اسی سمت بے خوف و بیم
 وہ نکلا ہے اک کوچہ بخودی
 کہ گردش میں ہے صورت اصمان
 بھر نوح دکھلا مینے گلے شکل مہر
 و کہد گیا یہ راہ ہے یہ تخت
 نہ تا قدس پہر ہو گی تجھ کو خبر
 وہاں ایک ہو جائیگی نقل و صل

وہاں جا کے دیکھ گیا جب اکھین تو کہہ رہی نہیں اور سب چہا نہیں

بھار

پلا سا قیامت لالہ نام
ساتی ہر اک گل کی دوری مجھے
ہے نور و زآج اسے بہارِ کرم
نظر آتی ہے قدرتِ ذوالجلال
ابھی بل رہا ہے قمر کا سپراغ
وہ جو کہلستان کی سڑک پر ادھر
ہر اک سمت پر کیا سہانا سامان
ابھی تک نہیں آتی آوازِ کوس
وہی شعلیں جلتی ہیں آبنی
کہیں اونگھتے ہیں تجھ بگدار
گے شہر سے بہاگ کر دور چور
تجلی کا ہے ہر طرف گوجوم
پڑی صنوبر کی تھم مگر

گلابی رہیں میری اکھین ہم
چھکا دے رہے تاحصوئی
بنا دے مجھے غیرتِ جامِ جم
کہ پیشِ نظر ہے زمانہ کا حال
کیسا ہے حیرتِ ناز و نکال
شعا و ناز چھڑکا ہے رات بھر
فرج بخش ہر کیسی تار و پکی چھان
جبیں نلکے ہیں جبین عروس
وہی پھول چھوہیں آلابین
پڑے ہیں کہیں ست شہنشاہ
نہیں لب کہیں سپر والہ کا شور
مگر ماند ہونے لگے ہیں نجوم
ابھی ہنس رہا ہے چراغِ قمر

تجلی بن ڈوبی معونی چاندنی
 قریب آتی جاتی ہے ابھی کل
 شفق آسمان پر ہوئی خیزن
 شمعو کا جھونکا جو آنے لگا
 بدلنے لگا رنگ پیر فلک
 دم صبح و انجیر ترپنے لگا
 نظر آتا ہے آدمی دور کا
 کیا سیر کو غیب میں مانتا
 پڑا بہتے بانی میں عکس شفق
 آراہر طرف وہ ابلید و رنگال
 مچانے لگا شور مہر سو گبر
 ہوئی بھیج رنگین او اخذہ زن
 چلے جانب تبکہ بید خان
 چھپے جام و دوست زندان
 شمعو کی ٹوہنے لگی اب بہار

بنی آمد صبح سے حیرن
 یہ نقلی ضیا ہوگی دم بہر اصل
 گلانی رنگا چغ سے پیر زن
 چہراغ تو مجھلا سے لگا
 دکھانے لگی صدف شفق کی جھلک
 اُجالا بھی رہ رہ کے بڑھنے لگا
 پھٹی پودہ ترکا ہوا اندر کا
 نظر آئی وہ شرق میں آہے تاج
 بنی سطح وریا گدا بی ورت
 ہوا دامن موج تک لا ایل
 جگانے لگی باتک منہ سحر
 چکنے لگی جگمگاتی کرت
 نمازی اوٹھے سکے شور و زور
 درمیکہ ہراٹھ سے
 بنالہ زار فلک سے

سُنہرا ہوا عارضِ حسنِ پیر
 وہ چھایا گلستانِ پرنگِ شفق
 وہ بلبِ وہ طوطیِ شکرِ شکن
 جوانِ گلشنِ بلبِ جو بہار
 غدا دل کا ہر سمت جوش و خروش
 کہیں بیلِ زار کے چہچہے
 بہار آئی رنگِ کمرِ نہالِ چمن
 وہ بوٹوں میں کھلے لگے پھوٹنے
 درختوں نے پہنا وہ دھانی لباس
 نئی پتیان وہ چکنے لگیں
 ریاحینِ سرسبز تازہ بہار
 وہ شاخو پھن کو پلِ نکلنے لگی
 بنفشہ کہیں سنبھل نہ کہیں
 گلستان میں ہر سو شہیم بہار
 حسینِ نازک ادا لالہ رو

نکلنے پہ ہے آفتابِ سنہر
 مغلّما ہوئے سارِ گل کے داری
 چمکتے ہیں کیا کیا طیورِ چمن
 اُنٹھے پیرِ تعظیمِ فصلِ بہار
 نسیمِ چمنِ مست و زہتِ فروش
 کہیں شاہِ گل کے وہ قہقہے
 بدلنے لگے نخلِ رختِ کہن
 غدا دل کے چمکے لگے جھوٹے
 لبِ نہرِ سبزِ زمردِ اساس
 وہ کھل کھلے کلیان مہکتے لگیں
 وہ پھولی جناہِ ظرفِ عطربار
 درختوں کی صورت بدلنے لگی
 کہیں ہوسنِ دگلِ بہارِ آفرین
 اڑی دوشِ بادِ سحرِ پر سوار
 روشِ پرستلے ہیں ہر رنگِ بہار

کھیلے پھول بیلے کے وہ لاجوا
 وہ پھول چنبیلی کھلا سو نگرا
 وہ گڑل کھلا اور حسیہ و کھلا
 وہ پھولی نواڑی کھیلے کا سہنی
 چمن زیور گل سے زیبا نگار
 بھراے سے لالہ کار نگین باغ
 یہ فطرت کا ہر قدرتی انتظام
 وہ چولونپہاڑی ہوئیں تلیان
 پڑے ہیں جو اس لطف سی خیمہ
 لیے پلخندہ موج باد بھبار
 گرین پھولوں پر شمع کی مکتیان
 بھری گود شاخونکی اٹار سے
 وہ گدے پہل رنگ لالہ لگے
 وہ انگور وہ رس بھری لیچان
 تر و تازہ سرسبز بہ بہر شجر

وہ پھولے ہزاروں طرح کے گلاب
 کھلی چاندنی باغین جا کجا
 وہ زگس کھلی اور شبنم کھلا
 وہ لالہ کھلا وہ کھلی کا منی
 وہ نوحا ستہ نوحہ دس بہار
 دکنے لگا آتش گل سے باغ
 کھیلے پھول لاکھ طرح کے نام
 دکھاتی ہیں قدرت کی ضاعیان
 جگاتی ہے انکوں سیم
 ٹھکتی ہے جوشِ نمبر پر سوار
 وہ چھتوں سے جھکنے لگیں ہنیاں
 ٹپکنے لگا شہد اشجار سے
 انار اپنے جوبن دکھانے لگے
 ٹکٹی ہیں آموغین وہ کیریاں
 لدے ہیں درختوں میں فصلی شجر

روزگار لیون اور لیون کے چھول
 وہ نسل پیری کے فرنگ کے ڈھیر
 وہ صحرائی دیکھے کوئی اب بیا
 وہ بھولا ہوا ڈھاک بھی بھڑکتا
 وہ غریبین سینہ دل کے گل سبیل
 وہ سیر کے بھولوں کی بوتیر ورتند
 دکھائی دینا سوقت کیا کیا پائین
 کہہ رہیہ آئی ہو یا مجھ ب
 عجب مست خوشبہ ہر چھون کی د
 بہن دور وہ جہاڑیان میں مگر
 کہیں نیم کے چھول عطر آفرین
 کرن چھول اکو ہرے بے شام
 وہ سہج کے وہ سینگ گنگنی کے پھول
 وہ صحرا کا ہر نسل بھولا ہوا
 ہوا میں ہے نشو و نما کا اثر

کہ بے سونگھے ہون مست اہل عقل
 جھین دیکھا قحط سالی ہو سیر
 کہ بھولوں ہر شاخ ہر شعلہ زار
 لگا ہے سب اک الگ سی ہر طرف
 دکھائی دینا لطف ریاض غلیل
 بے سونگھے ہی گنگنی دین کٹ
 چمکتی ہو چاندی کی جیسے کرن
 لگ رہے کروندے کا جگل قریب
 ہوئی جاتی ہے دل کی حاشیاء
 ہوا میں لپٹا رہی ہے ارد ہر
 کہیں گنگنی گنگنی کے نازین
 دکھاتا ہے چاندی گنگنی کے ہوا
 الماس اور مال گنگنی کے پھول
 غم باد صبر کو بھولا ہوا
 ہر مستی پہ وحش و بطور و بشر

دکھاتا ہے پھولوں کا جو بن اُجھار
 نہیں ہوتا یہ زورِ رستی کبھی
 میں اُس شانِ قدرت پہ مرثیہ
 کہے مخلوق لاکھوں طرح کے بشر
 نظر آتی ہیں جتنی یہ صورتیں
 نہیں قیدِ صورت فقط بات ہے
 اُسی کے کرشمے ہیں یہ روز و شب
 فلک پر دھچک پل دھکاتی ہوئیں
 ہوئی وہ پٹیلوں پہ چلوہ فگن
 تجلی سے عالم ہوا فیضیاب
 وہ تختِ روان پر کوئی ذی ہم
 مگر اُس کو اسکی نہیں کچھ خبر
 یکایک ملائک بابِ بلند

انگلون پہ ہر خوش رنگ بہار
 کہ ہر شے پہ چھائی ہر اک بخودی
 دکھائی ہیں جس کی کیا بھار
 نہیں مٹیں پر شکلیں با یکدگر
 ہجومِ خیالات کی صورتیں
 یہ کچھ ہی نہیں ذات ہی ذات
 کہ اک چیز ہے دوسری کا سبب
 شعاعیں ٹہریں جگمگاتی ہوئیں
 درختوں کی چوٹی پہ چمکی کرن
 وہ ٹھلا چمکتا ہوا آفتاب
 اڑا جاتا ہے شکلِ ابرِ کرم
 کہ میں کون ہوں اور آیا کدھر
 ہوا اوسمیں داخل ہو وہ فیروز

روضۃ القدس

لَفِیۃُ النّارِاحِ فَوۡقَ مِیۡنِ

پلا سا قیاسِ حقِ اِیقین

دے جائے وصل بان باری کریم
 ابد تک یونہی رہے مجھ کا سیبا
 توفیق و قوت و دلی کردگار
 یہ قدرت ہے تجھ صانع پاک کو
 ترے لطف سے ہر پہ سب انکار
 یہ تیری عنایت جوانی مری
 بنایا ہین عاشقی کے لیے
 او اشکر جن کا نہ ہوتا ابد
 جسے جہد رچا ہے دے اختیار
 تری حکم میں ہین زمین و زمان
 میں بندہ ہوں تیرا تو معبود ہے
 جو پر وہ اٹھا دے تو اسی ذوالمنن
 تو انکھوں میں یار تے ہی جی میں
 عنایت کی جس پر کرے تو نظر
 غرض نیک و بد نہین زمیندار

فطوبی لبہ فاز فوز العظیم
 ہو اللہ عیسیٰ بغیر الحساب
 میں بندہ ترا پر گنہہ شرمسار
 محمد سے روشن کیا خاک کو
 بہارِ شباب و شباب بہار
 ہے کس شان کی زندگانی مری
 پھر اس پر کمالات آنے دے
 لک الحمد یا ذوالجلال بقصد
 تو قادر ہے اسی پروردگار
 کوئی جائے پھر تجھ سے کج کر کہا
 یہ سب کچھ نہین۔ تو ہی موجود ہے
 تو کم ہونگا ہوں یہ ماؤں
 مگر لطف کچھ بندگی ہی میں ہے
 معائب کو دالہ کردی ہنر
 کہ تو ذوالمنن ہے خداوندگار

یہ سب تیری قدرتِ اعز و الجلال
 پڑایا سبق ہم کو اخلاص کا
 دیا پھر پیسہ برہی وہ اغفور
 وہ احمد وہ محبوبِ جلیل
 وہی سن گل عشقِ لبّیل وہی
 دیا پھر وہ مرشد بھی اعز و الجلال
 وہ محبوبِ فرزندِ شیر خدا
 وہ جلوہ نمائے کمال وصال
 وہ توحید و وحدت کے پتے پنا
 وہ مرشد مرے وہ گرامی پدر
 شہنشاہِ دین شاہِ احسانِ علی
 خلافت کے رو سے کج تمیز
 اب اس سے زیادہ ہو گیا مبرا
 انہیں کا ہے یہ فیضِ عز و المنن
 لقب جس نحرِ رحمت پایا وحید

کہ ہر رنگ میں ہوں عیدمِ ثمال
 کیا مورد اس رحمتِ خاص کا
 کہ جس کے لئے ہے یہ سارا ظہور
 نذیرِ مسیحی ادعائے خلیل
 غرض سب یہ افرادِ ہین کل وہی
 جو اس وقت کو نین میں بے مثال
 سرِ اولیاءِ وارثِ الانبیا
 وہ آئینہ قدرتِ ذوالجلال
 شریعتِ طریقت کے وہ نگہ گاہ
 جو ہر راز سے عشق کے باخبر
 وہ قطبِ مدارِ فقیہ ہدلی
 تھے وہ نائبِ شاہِ عبد الغیر
 کہ ہیں عاشقِ سنتِ معظّمہ
 دیا تو نے ایسا جو استادِ فن
 نہ پھر کیوں ہو عالم میں یکتا وحید

نثار محمد وہ قطبِ زمن
 الہی وہ محبائے ناز و نیاز
 وہ عالی نسب سید پاک زاد
 اُسی کی بدولت میں پہنچا یہاں
 وہ اک شہرِ روضۃ القدس نام
 مکانات اہل صفا کی منیسر
 عمارات حیرت فرائے ملوک
 مکانوں میں نقشِ ازل کی کشت
 وہ دیواریں آئینہ با آب و تاب
 نہ پھر کیوں ہوں وہ راستہ بجاؤں
 ملی آپ رحمت عالم کی جان
 لگاؤ دل عارفانِ جا کشت
 پڑا سرنخی میں رنگِ مہرِ جمال
 بندی کو لازم تھی پستیِ جہان
 جہان تھی مناسب نمودِ فرار

وحید و یگانہ خدا کے سخن
 میرا ہر شہرِ پاک و دانا راز
 ابد تک سلامت پہ با مراد
 کروں جیسے قربانِ مکانِ لا مکان
 سرِ صفا جانِ خوبیِ تمام
 نکالی ہوئی خشتِ ماہِ سنیر
 مقامات اسرارِ اہل سلوک
 وہ رفعت کہ ہوا بوجِ اندیشہ پست
 جو دل سہرا و ٹھادینِ ولی کا حجاب
 کہ ہوا صلِ حق جن کی بنیاد میں
 گلابِ سببِ اس کا جب بیگمان
 ہوئی صرفِ تخریر میں سرِ زشت
 سفیدی میں کافورِ صبحِ جلال
 توی عشق کی خاک ساری دُمان
 دُمانِ مرصع کی رفعتِ کرونا

دیا عرض اگر کبر امتیاد کا
 نہ کس طرح مضبوط ہوں پھر جانتا
 ہر اک گنگہ مہرِ ارج کمال
 پناہِ عنبر بیان درِ جہنم
 محافظ ہر اک در کا پیک حیات
 ہر اک گوشہ میں راز کا بندوبست
 قضا و قدر نامِ مساک
 بھرا کوٹ کر ہر طرف زنگِ عشق
 جو خالی رہی جائے اہل نیاز
 مکانوں میں ہر سو وہ نورِ امید
 چراغِ رضا سے جو روشن ہیں گھر
 ہر اک در کی محراب میں ہر دم
 مکانوں میں مٹی وہی ہی تمام
 ہر اک طاق ہر دل کو لینے میں طاق
 وہاں چوب کی جاہن تارِ نگاہ

تو ہے طول بھی حسرتِ مدیکہ
 ہر کرسی مکانوں کی پائے تیار
 ہر اک آستانِ عرشِ جاہ و جلال
 عصائے ضعیفان ستونِ بلند
 وہ ہر ایک دروازہ بابِ کجیا
 ہر اک کمرِ خلوت سرِ است
 توکل و ایمانِ پستہ دیوار کا
 وہ شفاف دیواریں زنگِ عشق
 بھرا اُس میں خونِ شہیدانِ ناز
 کہ نخبِ سیہ بھی وہاں ہو سپید
 ہے تسلیم سے حسنِ محرابِ در
 کہ قوسین کہا میں اُسکی منہم
 کہ اُس کا عجبِ محبت ہی نام
 بہنیں دوہرا ایسا بالائے اتفاق
 ہے سقفِ کانِ ظلِ لطفِ آہ

وہیں بام کو کہتے ہیں اور عشق
 نہ کیوں وہ محل ہو حقیقت طراز
 ہو اس گھر میں کیا حال شائق کا
 وہاں رکھتا ہے ہر مکان بیع
 ہر ایوان کی واہ کیا شان ہے
 ہو اس رہ میں پھر کیا نشیب و فراز
 کرے کیوں نہ شکل اس گلی کا فلک
 لکھوں کیا میں اس شہر کی آب و تاب
 ہے خالی شکایات و آفات ہے
 وہاں پھرنے والوں کو یہ عید ہے
 یہ گلابوں میں سج روشنی کا وفور
 مکانوں کو لگے وہ خوش وضع باغ
 نسیم حیات اس جگہ کی ہوا
 معطر یہ گلیاں دہانگی تمام
 جلال و جمال اسکے شمس و قمر

ہے زینہ امی بام کا مہر عشق
 کہ ہو نردبان جس کا عشق مجاز
 جہان فرش ہو چشم عشاق کا
 فضا ہے تقرب کا صحن وسیع
 سادت ہر اک در کی در بان ہے
 جہان فرش رہ ہو حسین نیا
 بچائیں جہان اپنی آنکھیں ملک
 کہ ہو ذرہ ذرہ جہان آفتاب
 بھرا ہے وہ فخر و مباہات ہے
 کہ ہر نقش پا چشم اسید ہے
 کہ ہر سمت جاری ہر اک بحر نور
 کہ عاشق کو کہنے پہ جسطرح داغ
 جو مڑے کو زندہ کو بے بر ملا
 کہ تازہ کرین قدس یوں کا شام
 ازل اور ابدا سکی شام و سحر

دمان سو سمون کا زالا ہر ڈھنگ
 جو گرمی ہر توشن بیدرد کی
 اسی جانتا اخل وہین اعتدال
 دور وہ مکانات بآب و تاب
 عجب شہر حیرت کا گنجینہ ہے
 اگر کوئی جائے دمان بہر سیر
 نظر اسکی جس چیز پر جاسیگی
 جو کچھ چاہے تو کہہ لے کوئی بہین
 عجب شہر ہے حاصلِ دو جہان
 نہ دنیا سے مطلب نہ دین سے عرض
 عجب شہر آیا و بھور ہے۔
 دمان کچھ غم خیز و شہر بہین
 فزون عیش و دید بے جد و کہ
 بری نفس سے ہر دمان ہر شہر
 دمان تقدیر ایچ درود و سلام

بدلتے نہیں پر بدلتی ہیں رنگ
 جو سردی ہے تو اک دم سرد کی
 دمان فضل کی کچھ زالی ہر چال
 ادھر کا ادھر ہے برابر جواب
 کہ جو شے دمان ہر وہاں ہے
 تو ہرگز نہ دیکھے وہ تصویر سیر
 تو اپنی ہی صورت نظر آئے گی
 ہو وقتا نا اٹھ دمان کچھ نہیں
 کہ رہتے ہیں اربابِ محدث دمان
 اگر ہے تو اپنے یقین سے عرض
 کچھ کو نین میں فرد شہور ہے
 حدوث و قدم کا گزر ہی نہیں
 دمان سبکِ حاصلِ حیاتِ ابد
 ہر وہ مسکنِ قدسیان سیر
 غذا سب کی تسبیح و ربّ ام

خاک کے کرم سے دہان کیا نہیں
 عجب پاک بستی عجب پاک شہر
 اسی شہر کا حکم ذوالجلال
 وہ خلاق و پروردگارِ جہان
 رحیم کریم قوی تدبیر
 تجلی وہ روئے ہستی طویل
 بصارت دہ چشم حق البقین
 مسرت وہ نشہ جوشِ مل
 ستور کن عارضِ ماہِ محشر
 تماشہ قلب و رب جواد
 صفا بخش صبحِ ریاضِ نعیم
 نیار آسینِ دلِ عاشقان
 وہ اوصافِ مین ذاتِ مینِ بحیر
 اُسے سب نے دیکھا تو بے اختیار
 وہ اٹھ کر گلے سب سے ملنے لگا

نہیں تو نقطہ ایک تھا نہیں
 کہ ہے سرِ سر جان اور ایک شہر
 وحید و واحد و آرت و تمیز
 وہ عاشق کی روح او عالم کی جان
 لطیف خیرِ سمیعِ بصیر
 بہارِ رخ آفرینش جمیل
 حجتہ نگارِ ادا آسین
 طراوتِ فراے لبِ برگِ گل
 مہبت کن شرفِ بامِ سپہر
 مرادِ دلِ عاشقِ بے مراد
 بہارِ گلستانِ حسنِ تدبیر
 رہ و رسم سازِ نہانِ عیان
 وہ شہورِ آفاق مہرِ منیر
 اُٹھے حسبِ حکم شیخِ بادشاہ
 طبیعت کے مانند کھلنے لگا

ہے اس درجہ گو بخودی کارثر
مگر دقتِ خسرو منقطیہ
وہ شاہنشہ کشور لا مکان
یہہ کہنے لگا اے مرے منقطیہ
بیان توجہ پہنچا ہے اے باصفا
کہا اُس نے اے میرے تابے نوان
وہی نذر لایا ہے تیرا فقیر
یہہ سنکر وہ سلطان رحمت پنا
ہے اک باغ دولت کے قریب
کہا مہر نے اے خجستہ صفت
اُسی عالم بخودی مین وہ مہر
اُسے ہوش تھا کب کسی بات کا
جو مفہوم کل ہو گیا دل نشین

کہ اس کی بھی اُسکو نہیں کچھ خبر
گیا سجدے میں پیش مہر منیر
امین و مبین مالکِ دو جہان
نواب تک رہا کس بلا میں اسیر
مرے واسطے لیکے آیا ہے کیا
بخیر عجز کے اور کیا تھا یہاں
پر اب جو ہو تیری رضا اے قدیر
اُسے لے گیا ساتھ باغ و جاہ
گئے مل کے اُس میں مہر و دو نون
مفضل بیان کر توبے اردا
بیان کر گیا سب کلمہ بحال و رد
خدا جانے کس کی زبان سے کہا
یہہ قطعہ پڑھا پیش اے باب دین

قطعہ

کہ جس کا دو عالم میں جہتا میں

کہا ایک دنِ حشرِ پاکِ فی

ریا کاری میں جتنے احباب ہیں
 مناسب بابِ تجزیہ کر کے دیکھو
 شک رہو تو مولِ رحمتِ عشق
 محبتِ عجب رازِ سرسبز ہے
 نفا و قدر نے ہی اگر کہا
 کہیں ملے بھی کر منزلِ غاصق
 جسے چاہے وہ منصبِ عشقِ حق
 غرض دل دیا اک دل آرام کو
 ملامتِ جنائین اٹھائیں تمام
 نہ سُنئی تہین جو کچھ وہ باتیں
 دیا تھا مجھے بھی یہ حق نے جال
 وہ کیا لائے گا تابِ برقِ نظر
 ہوا جل کے وہ رنگِ روغنِ سیا
 مرا قد ہوا سوکھ کر جیسا خار
 تھی جس باغِ رخِ مینِ خلیجی بہا

زمانے میں اک دستِ سچا نہیں
 کہ جز حق کو ہی پھرتے تار نہیں
 کہ اس گراں کوئی سودا نہیں
 ہر اک سے کھلے وہ سُمتا نہیں
 کہ تقدیر سے کوئی چار نہیں
 کہ یہ عام لوگوں کا رستا نہیں
 کچھ اس میں کسی کا اجار نہیں
 کہ بے اسکے چین اب بھی اصلا نہیں
 مگر ان کی کیا بھی شکوہ نہیں
 مگر پی گیا کچھ میں کہتا نہیں
 کہ اب تک کسی مہرِ چین کا نہیں
 جسے دیدِ جانان کا لپکا نہیں
 وہ کُندن سا چہرہ دکھتا نہیں
 کوئی نخلِ یونِ خشک ہوتا نہیں
 وہاں نام اب تازگی کا نہیں

ہوا جیسا برباد میرا جمال
 بیٹا یا محبت سنے اس گل کی یون
 شکستہ دلی غم سے ایسی ہوئی
 نہم آسمان ہو کہ ہو لا سکان
 مرے دل سے پوچھو کوئی عشق
 ہر اک طرح کی قابلیت بھی تھی
 بہر نفع ہر علم کا راز دان
 یہ سب بیض ہر جست پاک کا
 ہوا عشق تو بے خودی آگئی
 شب و روز تہین محبتیں چاند
 وہ راہی ہے جو کہ تھے علم دوست
 وہی اب یہ کہتے ہیں افسد کی شان
 عمل کے ہی طالب بہت کچھ ہوئے
 محبت کا کوچہ بہت پاک ہے
 جو ہوتی ہر تیغ و دو پیکر مہیل

گلون کا بھی یون رنگ نہ رہا نہیں
 کہ وہہر کا بھی اب مجھ پہ نہیں
 کہ بارِ قصور ہی اٹھتا نہیں
 کہان شورِ بند یا وہ پوچھا نہیں
 کہ حاسد بھی اس طرح جدا نہیں
 اسی سے مفکد کسی کا نہیں
 مقابل مرے کوئی دانا نہیں
 کہ حاصلِ مجھ غنہ کیا کیا نہیں
 خیالِ تجسّر کچھہ اسطاعت نہیں
 مگر یہ تو گرد و ن کو حبا نا نہیں
 رہے جو انہیں شوقِ نکاح نہیں
 یہہ پھر کیا ہی جو اس کا سو نہیں
 مگر یہہ تو دوستو را پنا نہیں
 دامنِ دخلِ خلقِ ریا کا نہیں
 تو جو نہ کسی شمع چمٹا نہیں

مگر فیضِ رحمت سے اللہ کا شکر
 بتائے بھی اور او دو چار کو
 غرض جب مقاصد ہی حاصل ہوئے
 پڑا اُس صنم پر ہی اکثر نے سحر
 کیا فیضِ رحمتِ خزانِ سب کو دور
 کسی کا نہ محتاج تھا میں مگر
 میں آخر مٹا کر وہ سامانِ عیش
 گیا پیشِ اجاب ہر شہسوارِ مین
 یہ وہ ہیں جو سحر راتِ دج جانتا
 کہان کی صفائی کہان کا خلوص
 بنے وقت کے ہیں یہ سارے فراق
 اٹھایا غرضِ دل سے سب کا خیال
 یہ سو چار ہون ایک کا ہو کواب
 ہے جب تک کہ دل میں تمنا غیر
 اگر عشق یہی ہو تو قدرت کے ساتھ

و مابینِ مے پاس کیا کیا نہیں
 کہ ان میں کسی طرح دیکھ نہیں
 تو پھر کیا ہے کچھ میری پرواہ نہیں
 میں پھر حرفِ باطل سو دتا نہیں
 وہاں تک گزرا اب کسی کا نہیں
 جسز امتحان کچھ تمنا نہیں
 کہ جس کا کوئی دم بھر و سائیں نہیں
 کسی فیضِ الفت سے پوچھا نہیں
 تسلی ہی دکوئی اتنا نہیں
 کسی کا کوئی دوست عاشق نہیں
 جو گمراہ کوئی ساتھ دیتا نہیں
 کہ جرقہ کسی کی تمنا نہیں
 غرض کیا وہ اپنا ہوا اب یا نہیں
 کبھی وصل و لہذا رہتا نہیں
 کہان اس کا فطرت میں جلو نہیں

منظر ہری پیار کی پیاری رہیں
 یہ نیرنگیاں اور صنایع ان
 یہ کس دست قدرت کے ہیں یادگار
 مگر رو کے وہ ذات جس بابت سے
 نرا دین اور امر کی پابندیان
 یہ سمجھا تو پوچھا میں کج حمت کے پاس
 نہ دنیا کی خواہش خدین کی ہوں
 ملے وہ تو ان مجھ کو ملا
 وہ میرے سوا معنی ہے میرے عیب
 جو دیکھتے تو حمت کے کی پہ نظر
 محاسن میں ہر طرح کا مل گیا
 کیا خاص حمت پہرہ نظیر
 مجھے جو دیا وہ دیا بے ریا
 کہا بچہ ہے کیوں تجربہ کر لیا
 ذرا غور سے دیکھ حال جہان

کہ ہر شے میں کب نور اسکا نہیں
 ان آثار قدرت میں کیا کائنات
 نہ چاہیں بل نہیں ہم یہ زیبا نہیں
 خلاف اس کے ہو کچھ یہ اچھا نہیں
 تو اس سے کوئی ٹرہ کے رہتا نہیں
 ملا نہیں اس کو کیا کیا نہیں
 جو دیکھا تو خجرت کچھ سلا نہیں
 بہر حال اب کچھ ہی شکوہ نہیں
 کہ یوں حال اتھر کسی کا نہیں
 اب اون کا گمان تک ہی صلا نہیں
 مجھے کون سا حسن بخشا نہیں
 کوئی دوسرا ایسا کیسا نہیں
 غرض ان کی کچھ اس میں حق نہیں
 کہ کوئی محبت کا پورا نہیں
 کہ یہ جاگیر و متا شا نہیں

<p>یہ سب نیست ہیں بہن ہر گاہ نہیں کسی کا یہ تیرے حجت نہیں کوئی پاؤں اس دین تیرے نہیں ترب حال پر لطف کیا کیا نہیں تو شک اس کو کچھ اس میں نہیں</p>	<p>ہیں جتنے کہ آثارِ سہتی عیان محبت اگر ہے تو ہو بے ریا بہت سخت ہر اُفتِ سبے ریا سحاب کو تیرے میں سمجھا نہیں جسے میرے اقوال پر ہے یقین</p>
--	--

کہ تو عشق بازی میں بیٹھ گیا
کوئی مثل اس فن میں نہیں

<p>کہ ان کو خدا پر بھروسہ نہیں غرض اور کچھ ان کو حاشا نہیں یہ ظاہر ہے کچھ اس میں خفا نہیں</p>	<p>نہ بچپنِ وامِ اہل ہوس میں کبھی میرے اپنے ہی مطلقے سب یار ہیں تجھے خود ہوا تجھ سے اس کا اب</p>
---	--

ہیں راحت کے دستِ اُفتِ ظہیر
مصیبت میں کوئی کیسا نہیں

<p>کہ مجھ پر عیان تھا یہ رازِ نہان کہ یہ بہید ہو سب پر اب آشکار تو لکھ مارے قصے کو با آبِ زر</p>	<p>کیا مہر نے سن کو سب استنا اگر صلیبت ہے یہی اے نگار نہ تالوگ بھگین ادھر اور ادھر</p>
--	--

یہ قصہ جنن اپنی ہی دیکر ہے
 طلب کر کے فوراً دوات و قلم
 ہوا پڑھ کے خوش مہر عالی قو
 ملا اس سے یوں بات کی بات میں
 تعین کا پروہا ٹھاجب وہاں
 تیز و تعدد کے بہو صفات
 جو آئے اراکین دولت تمام
 باخبرار کہنے لگا پھر وہ شاہ
 پڑست جز سمجھ کر اسے ایک بار
 کہا سب نے صدقت یا شاہین
 مگر اس کی تاریخ بھی ہنسور
 ہوا یوں گہر زین شاہ امین

سپراغ رہ عیش جاوید ہے
 کیا قصہ عشق اس نے رقم
 گلے سے لگایا اسے بار بار
 کہ دو نون ہو وصل اک ذائین
 تو کوئی نہ حاجب رہا در میان
 یہاں تک نہ باقی ہی قید ذات
 پڑا مہر نے خرچہ بستہ کلام
 کہ تہ وین ہے یہ کلام الہ
 تو ہومہ ولی صاحب اختیار
 جسے شک ہو زینق ہی با یقین
 کہ تہا یہ رہے یادگار حضور
 کوئی قطعہ لکھ دے تو ای مہین

قطعہ

بمَشَدِّ هُوَ هَادِي الْقَائِلِينَ
 وَلِي دَائِمَانِي مُرَادِي مُعِينِ

بِحَقِّ مُحَمَّدٍ قَدِيمِ كَرِيمِ
 جَعَلَنِي الْحَيُّ عَدِيمُ الشَّظِيمِ

أَمْرٌ بِأَرْوَسَانِ مَتِينِ
دَلِيلًا لِي الْخَيْرِ فِي كُلِّ حِينِ

وَلَا مَرِيْبًا إِلَّا الْعَاشِقُونَ
كُتِبَتْ كِتَابًا وَلَمْ يَفْعَلُوا

حاشیہ

فَإِنْ يَسْأَلُواكُمُ عَنْ سُنَّةٍ
هُوَ اللَّهُ عَزَّ وَكَلَّابِ مَتِينِ
سنت الہدی

پُر نقدی حسین

۱۲ سلیہ عمری قدسی

استحار

چونکہ اس کتاب کی ہر دو گورنمنٹ انٹنشنل اور گورنمنٹ نظام میں باضابطہ طبع
ہو چکی ہے اور سارے حقوق محفوظ ہیں لہذا کوئی ضابطہ باضابطہ تحریری
اجازت مصنف عالیجناب قصد طبع نہ فرمائیں اور جس کتاب پر محض دستخط
شریف مصنف عالیجناب سلمہ اللہ الوہاب کے نہ ہوں وہ مالِ مسروقہ سمجھا

المشتق

حسٹو خان مالک مطبع

صاحب دکن